ترجمہ

برِّ عظیم کی فارسی لغات: تقابل،خصوصیات وتجاویز

ایچ بلوخ مین/ نیاز سواتی *

ہینری فرڈی نینڈ بلوخ مین(Heinrich Ferdinand Blochmann)(۱۸۷۸)۔(۱۸۳۸) فارسی زبان و ادب کا اسکالر اور شرق شناس تھا جس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ہندوستان میں گزارا۔وہ جرمنی کے شہر ڈریس ڈن() میں پیدا ہوا۔اس نے ۱۸۵۵ سے ۱۸۵۷ کے دوران ایچ ایل فلیچر(H.L Fleischer) کے ساتھ لیپ زگ یونی ورسٹی (Leipzig University) سے مشرقی زبانوں کا علم حاصل کیا۔پیرس میں مختصر قیام کے بعد اس نے انگلستان کا رُخ کیا جہاں وہ فوج میں بھرتی ہو کر ہندوستان پہنچا۔فوجی ملازمت ترک کر کے اس نے ایک عامی کی حیثیت سے کلکتا میں زندگی گزارنے کا آغاز کیا۔بلوخ مین کی فارسی زبان وادب سے آگاہی کیپٹن ڈبلیو ناسو لیز(Captain W. Nassau Lees) سے رابطے کا سبب بنی ہے جو کلکتہ کے اس مقامی مدرسے کا پرنسپل تھا جسے وارن ہیسٹنگز(Warren Hastings) نے ۱۷۸۲ء میں قائم کیا تھا۔اس مدرسے میں بلوخ مین نے کچھ عرصے کے لیے حساب اور فزکس کے مضامین کی تدریس کی ذمے داریاں انجام دیں۔دورانِ تحقیق اس نے فارسی لسانیات،لغت اور عروض میں خاص دل چسپی لی۔اس کی انگریزی۔فارسی لغت کا منصوبہ نامکمل رہا لیکن اس ضمن میں اس کی تحقیقات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔سیفی اور جامی کے یہاں بحر اور قافیے کے موضوع پر اس نے ایک نصابی کتاب بہ عنوان The Prosody of the Persians ترتیب دی جسے کلکتہ سے ۱۸۷۲ میں شائع کیا گیا۔اس نے رباعی کے موضوع پر ایک رسالہ ترتیب دیا جس کا عنوان رسالئہ ترانہ تھا۔اس نے ہفت آسمان از احمد علی کے عنوان سے ایک رسالہ شائع کیا جس کی نوعیت تذکرے کی ہے جس میں فارسی مثنوی نگاروں کے حالات آئے ہیں۔اسے تذکرے کو ۱۸۸۳ میں کلکتا سے شائع کیا گیا۔آغا احمد علی سے بلوخ مین کی ملاقات مدرسئہ کلکتا میں ہوئی تھی جن کے ساتھ بلوخ مین نے وہاں کچھ عرصے کام بھی کیا۔بلوخ مین کی دل چسپی ہندوستان کی تاریخ میں بھی رہی۔ببلوتھیکا انڈیکا(Bibliotheca Indica) میں آئینِ اکبری از ابوالفضل کی اشاعت بلوخ مین کے اہم کاموں میں شمار ہوتی ہے۔بنگال کے ایشیاٹک سوسائٹی جرنل کے شماروں میں ۱۸۷۸۔۱۸۶۸ کے دوران بلوخ مین کے متعدد مقالے نکلے ہیں۔(مصنف کے حالات انسائیکلو پیڈیا ایرانیکا(Encyclopedia Iranica) سے کشید کیے گئے ہیں۔)

* استاد،شعبۂ اردو،گورنمنٹ اسلامیہ کالج کراچی،مقیم کراچی

ایڈورڈ ولیم لین (Edward William Lane) (۱۸۰۱ء۔۱۸۷۶ء) کی عربی لغت ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جو اپنی ہم عصر لغات کے مقابلے میں ایک انفرادی شان رکھتا ہے۔ عربی زبان کا وہ طالب علم جو اپنے محدود ذخیرۂ الفاظ کو وسیع کرنے کے لیے کسی بہترین لغت کی تلاش میں سرگرداں تھا اب اسے ایک مستند ماخذ میسر آ چکا ہے۔ ہندوستان کے وہ پڑھے لکھے افراد جو فیروز آبادی کو ایک حتمی اور مکمل لغت سمجھتے تھے اب مدّ القاموس کو بہت حیرت سے دیکھ رہے ہیں۔ برطانیہ بجا طور پر ایک ایسے شان دار علمی کارنامے پر فخر محسوس کر سکتا ہے۔ جس سے یورپ میں عربی سیکھنے کے میدان میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہے۔

لین کی لغت کے قائم کردہ معیارات کے بعد اس بات کی امید ہو چلی ہے کہ ان معیارات کو فارسی لغات کے مرتبین بھی مدنظر رکھیں گے۔ ادھر حال یہ ہے کہ فارسی کی کوئی مستند لغت موجود ہی نہیں۔ قسطیلی (Kastelli) اور مینِنسکی (Menanski) کے دور سے اب تک فارسی لغت نویسی میں کوئی بڑا نام موجود ہی نہیں۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ فارسی لغت نویسی کے بہترین اور اولین مآخذ کے ہوتے ہوئے کوئی اچھی لغت تالیف نہیں کی جا سکی۔ موجودہ فارسی لغات کا بنیادی نقص یہ ہے کہ ان کے مولفین نے فارسی لغات تالیف کرتے ہوئے اول درجے کی مثالیں دست یاب ہونے کے باوجود دوسرے اور تیسرے درجے کے مآخذ پر انحصار کیا ہے۔ ان کے مقابلے میں لین نے اصل اور منتخب کاموں کو استعمال کیا ہے۔

ایک مستند فارسی لغت کی تالیف کے لیے خام مواد کی فراہمی وہ کام ہے جو برعظیم کے فارسی لغت نویسوں نے سرانجام دیا ہے۔ توران کی طرح برعظیم میں بھی فارسی ایک مضمون اور ذریعۂ تعلیم کے طور پر رائج رہی ہے۔ برعظیم کی فارسی لغات کی قدر و قیمت کا اعتراف خود فارسی اہل زبان نے بھی کیا ہے۔ مجمع الفرس وہ واحد فارسی لغت ہے جس کے مولف نے نہ صرف ہندوستان کے فارسی لغت نویسی سے استفادہ کیا بلکہ اپنی لغت کے لیے آدھے سے زیادہ مواد برعظیم کی فارسی لغات سے لیا ہے۔ فارسی کے اہل زبان لغت نویسوں کی فہرست بہت مختصر ہے۔ بہتر فارسی لغات ۱۴۰۰ء سے قبل لکھی گئیں اور یہ سب تورانی الاصل ہیں۔ ابتدائی فارسی لغات تاجکستانی زبان میں تالیف دی گئیں۔ ۱۴۰۰ء سے ایرانی فارسی لغات کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور کی ہر لغت، گزشتہ لغت کی ترقی یافتہ شکل ہوتی تھی۔ ہر نئی لغت میں الفاظ اور حوالہ جات کی تعداد پہلے سے زیادہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ فرہنگ جہانگیری کی شکل میں اپنے عروج پر جا پہنچا۔ اس حوالہ جاتی لغت نے تورانی اور ایرانی ادوار کی لغات کو گوشۂ گم نامی میں دھکیل دیا۔ بول چال اور روزمرہ کے عملی ذخیرۂ الفاظ کے طور پر برہان قاطع کو جامع ترین فارسی لغت قرار دیا گیا۔ دراصل یہ ۱۴۰۰ء تا ۱۶۵۲ء کے دور پر مشتمل فارسی لغات سے تعلق رکھتی ہے۔

فرہنگ رشیدی سے ہندوستان کی فارسی لغت نویسی کے دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور کو فارسی لغات کا

دورِ تنقید کہا جاسکتا ہے۔ اگر چہ اس دور کی لغات کو فارسی کے کسی یورپی لغت نویس نے استعمال نہیں کیا۔ مگر اس دور کی یہ دو لغات فارسی کی کسی تنقیدی لغت کی بنیاد ہوسکتی ہیں۔ رشیدی کی فرہنگ فارسی لغت نویسوں کے لیے ایک رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ لغت فرہنگ جہانگیری تک تمام فارسی لغات پر مشتمل ایک تنقیدی سرمایہ ہے جب کہ خان آرزو (۱۶۸۷ء۔۱۷۵۶ء) کی تالیف کردہ سراج اللغات، برہان قاطع استعمال کرنے والوں کے لیے کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح سراج اللغات فارسی لغات کے کلاسیکی سرمائے کی آخری کڑی ہے۔ گزشتہ صدی کے آخر تک جب فارسی شاعری کے نقرئی دور کے آخری شاعر کلیم کاشانی (۱۵۸۱ء۔۱۶۵۱ء) کو گزرے بھی مدت ہو چکی تھی تو مطالعات شعرا اور بہارِ عجم جیسے دو حیرت انگیز کام سامنے آئے۔ ان دونوں شاہ کاروں کے مصنفین ہندو تھے۔ یہ کتابیں متاخرین یا جامی (۱۴۱۴ء۔۱۴۹۲ء) کے بعد آنے والے فارسی شعرا کے ذخیرۂ الفاظ پر مشتمل ہیں۔ یہ فاری لغات کے کلاسیکی سرمائے کا نکتۂ عروج تھا۔ سراج اللغات کو چھوڑ کر ہم عصر فارسی لغات کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتیں۔ حتیٰ کہ شمس اللغات ایک ایسے معتبر شخص نے تالیف کی جس کا خاندان کلکتے میں اپنی سخاوت کی وجہ سے مشہور تھا۔ یہ کتاب طباعت کی غلطیوں سے لب ریز تھی۔ یہی حال لکھنؤ کی ہفت قلزم کا بھی ہے۔

یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ ہندوستان کے ہر صوبے میں کوئی نہ کوئی فارسی لغت نویس موجود رہا ہے۔ بنگال میں فرہنگ ابراہیمی، بہار میں کشف اللغات دکن میں برہان، شمال مغربی صوبے میں آداۃ الفضلا، مویّد الفضلا اور سراج اللغات، سرہند میں مدارلافاضل، پنجاب میں فرہنگ جہانگیری اور فرہنگ مصطلحات الشعرا اور سندھ میں فرہنگ رشیدی۔ ان میں سے چار لغات شہزادوں کے نام معنون ہیں اور ایک لغت پر مغل حکمران اکبر (۱۵۴۲ء۔۱۶۰۵ء) کی مہر ثبت ہے۔

عربی اور فارسی لغات کا تقابل، ان دونوں زبانوں کے درمیان بڑے تاریخ فرق کو واضح کرتا ہے۔ عرب نا صرف یہ کہ لغت کے بڑے ذخیرے کے مالک ہیں بلکہ فارسی لغت نویسوں کے مقابلے میں عرب اپنے ماضی میں زیادہ دل چسپی لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ عربوں کی لغات ان کے قدیم ادب کے خوب صورت حوالوں سے مزین شاہ کار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دوسری طرف فارسی لغات محض قدیم الفاظ تک محدود ہیں جن کی کوئی ادبی یا لسانی شہادت دست یاب نہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ اب ان قدیم الفاظ کا کوئی ثبوت یا ادبی شہادت دریافت کرنا ناممکن ہو چکا ہے۔ الفاظ کی سند کی اس عدم دست یابی کی وجہ سے الفاظ کے مختلف املا اور معانی موجود ہوتے ہیں جو زیادہ تر متضاد مفاہیم کے حامل ہوتے ہیں۔ کئی الفاظ مشکوک ہو چکے ہیں۔ مستقبل کے فارسی ماہر لغت کا اولین فرض ہوگا کہ ان الفاظ کے معانی کی وضاحت اور انھیں دیگر الفاظ سے ممیز کریں۔

اس تقابل سے ایک اور فرق کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ فارسی لغات کسی لفظ کی صراحت کرتے ہوئے اگر کوئی سند

پیش کریں تو وہ صرف اشعار پر مشتمل ہوتا ہے۔ افعال کی مختلف حروف ربط کے ساتھ استعمال کی مثالیں کم یاب ہیں۔ اگر ایسی مثالیں موجود ہوں تو بھی فقروں یا جملوں کے ذریعے کسی لفظ کی وضاحت نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ لفظ کوئی استعاراتی معنی نہ رکھتا ہو۔ ایران کے فارسی لغت نویسوں نے بہر حال فارسی نثر کو الفاظ کی صراحت کے لیے پر نظر انداز کیا ہے۔ اس طرح جدید لغت نویسوں کے لیے بھی تحقیق کا میدان کھلا چھوڑ رکھا ہے۔

مندرجہ ذیل فارسی لغات سے استفادہ ہر اس شخص کے لیے لازمی ہے جو ایک معتبر فارسی لغت ترتیب دینا چاہتا ہے:

نام	سن تالیف
۱۔ آداۃ الفضلا	۱۴۱۹ء
۲۔ شرف نامہ	۱۴۲۸ء
۳۔ مویّد الفضلا	۱۵۱۹ء
۴۔ مدار الافاضل	۱۵۹۳ء
۵۔ فرہنگ جہانگیری	۱۲۰۸ء
۶۔ مجمع الفرس سروری (نقش ثانی)	۱۶۲۹ء
۷۔ فرہنگ رشیدی	۱۶۵۳ء
۸۔ سراج اللغات	۱۶۳۵ء
۹۔ بہار عجم	۱۶۳۹ء
۱۰۔ غیاث اللغات	۱۶۲۶ء

مندرجہ ذیل چند لغات کا مطالعہ بھی مددگار ہوگا۔

۱۔ برہان قاطع	۱۶۵۲ء
۲۔ فرہنگ شعوری	۱۶۴۲ء
۳۔ شمس اللغات	۱۸۰۶ء
۴۔ ہفت قلزم	۱۸۲۲ء
۵۔ وولر (Vuller) کی فارسی لاطینی لغت ۱۸۵۵ء	
۶۔ آئین اکبری (ببلوتھیکا انڈیکا)	

الفاظ کی نشست و برخاست کے علاوہ برہان قاطع مستقبل کے فارسی لغت نویس کے لیے زیادہ مفید نہیں۔ مندرجہ بالا فارسی لغات وہ ہیں جنھیں قابل قدر فارسی لغت نویسوں نے اپنے پیش نظر رکھا۔ افسوس یہ ہے کہ ان کتب کو بھلا دیا

گیا ہے۔ غالباً ان میں سے کئی تو اب موجود ہی نہیں۔ بقیہ صرف یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ذیل میں کچھ اہم فارسی لغات کی فہرست دی جا رہی ہے۔ ان لغات کے سامنے انھیں استعمال کرنے والوں کے نام مخفف درج ہیں۔

۱۔ فرہنگ ابو الحفص سغدی FJ, Sur

۲۔ فرہنگ ابو المنصور علی بن احمد بن منصور علی بھی بن احمد بن منصور الاسدی الطوسی FJ, Sur Ad,

۳۔ فرہنگ ابراہیمی FJ, Sur

۴۔ فرہنگ آداة الفضلا FJ, Sur

۵۔ فرہنگ عبد اللہ نیشاپوری FJ

۶۔ فرہنگ اسکندری

۷۔ فرہنگ برہان قاطع

۸۔ فرہنگ بہار عجم

۹۔ فرہنگ تحفة الاحباب تصنیف حافظ اوبھی

۱۰۔ فرہنگ تحفة السعادة تالیف مولانا محمود بن شیخ ضیاء الدین

۱۱۔ فرہنگ جامع لغات منظوم نیازی حجازی

۱۲۔ فرہنگ جہانگیری

۱۳۔ چراغ ہدایت

۱۴۔ فرہنگ حسینی وفائی

۱۵۔ حکیم قطران

۱۶۔ فرہنگ حسینی

۱۷۔ فرہنگ دستور الافاضل

۱۸۔ فرہنگ دستور الفضلا

۱۹۔ فرہنگ رسالہ نصیر

۲۰۔ فرہنگ رشیدی

۲۱۔ فرہنگ زفانگویا جہاں پریا المشہور بہفت بخشی تصنیف بدر الدین

۲۲۔ فرہنگ سامانی

۲۳۔ سراج اللغات

۲۴۔ فرہنگ سرمۂ سلیمانی

۲۵۔ فرہنگ سعدی بن نصیر بن طاہر بن تمیم الغزنوی کہ بنام خواجہ نظام الملک نوشتہ و آن یک ہزار و دویست و پنج لغت است و مسمّیٰ بسخن نامۂ نظامی

۲۶۔ کتاب شامل اللغات تالیف قر احصاری، کہ معانی لغات را بترکی نوشتہ، شرح سامی فالاسامی المیدانی

۲۷۔ فرہنگ شرفنامۂ احمد منیری تالیف، ابراہیم قوام فاروقی

۲۸۔ فرہنگ شیخ عبد الرحیم بہاری

۲۹۔ فرہنگ شیخ زادہ عاشق

۳۰۔ فرہنگ شیخ عبد الرحیم بہاری

۳۱۔ فرہنگ شیخ محمد بہاری

۳۲۔ صحاح الادویہ تصنیف حسین الانصاری

۳۳۔ فرہنگ ضمیر

۳۴۔ فرہنگ عاصمی

۳۵۔ فرہنگ عالمی

۳۶۔ فرہنگ عجائب

۳۷۔ فرہنگ علی بیگ

۳۸۔ غیاث اللغات

۳۹۔ فردوس اللغات تصنیف عطاء اللہ

۴۰۔ فرہنگ فوائد برہانی و فردوسی

۴۱۔ فرہنگ قاضی ظہیر

۴۲۔ فرہنگ قنیۃ الطالبین

۴۳۔ فرہنگ قنیۃ الفتیان

۴۴۔ فرہنگ لطائف اللغات

۴۵۔ فرہنگ لطف اللہ بن یوسف حکیمی کہ، معنی لغات بترکی نوشتہ

۴۶۔ فرہنگ لسان الشعرا

۴۷۔ فرہنگِ لغاتِ دیوانِ خاقانی

۴۸۔ فرہنگِ لغتِ شاہنامہ

۴۹۔ مجمع الفرس سروری

۵۰۔ مجمع اللغات خانی

۵۱۔ مجموع اللغات ابوالفضل بن مبارک

۵۲۔ فرہنگِ محمد بن قیس

۵۳۔ فرہنگِ محمد بن ہندو شاہ منشی کہ بنام، غیاث الدین رشید تصنیف کردہ

۵۴۔ فرہنگِ مختصر

۵۶۔ فرہنگِ میرزا ابراہیم بن میرزا شاہ حسین اصفہانی

۵۷۔ فرہنگِ مصطلحات الشعرا

۵۸۔ فرہنگِ معیارِ جمالی تالیف افصح المتکلمین شمس فخری

۵۹۔ فرہنگِ منصور شیرازی

۶۰۔ فرہنگِ فرہنگ مولانا مبارک شاہ غزنوی، مشہور بفخر قواس

۶۱۔ فرہنگِ مونسی

۶۲۔ فرہنگِ مویّد الفضلا

۶۳۔ فرہنگِ مویّد الفوائد

۶۴۔ فرہنگِ نصاب الصبیان

اس فہرست کی آخری لغت کی تالیف محمد بدرالدین نے کی جو ابو نیرؔ فراحی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ فراح صوبہ سجستان کا ایک شہر ہے۔ یہ کتاب زیادہ تر برِّعظیم سے شائع کی گئی۔ یہ قدیم اور مقفّٰی ذخیرۂ الفاظ پر مبنی ہے اور ہندوستان کے تقریباً ہر مدرسے میں پڑھائی جاتی رہی ہے۔ اس کتاب پر مختلف مصنّفین نے اضافے کیے ہیں۔ ان میں محمد بن فصیح دشتی بیاضی مغل بادشاہ اکبر کے زمانے کا ہے۔ یوسف بن مانع اور نظام مہروی بھی ان ہی میں شامل ہیں۔ اس فہرست میں فرہنگ تبختری اور فرہنگِ حل اللغات الشعرا کا نام شامل نہیں، مجھے شک ہے کہ یہ دونوں کتب لغات کی اسی فہرست میں دیگر ناموں سے شامل ہیں۔

دس اہم ترین فارسی لغات کا تذکرہ کرنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان میں چند ایک کے بارے میں اہم باتیں الگ الگ شذرات کی شکل میں تحریر کردوں۔ یہ شذرات مختصر ہوں گے کیوں کہ لغت کا نفسِ مضمون اس کے مولف

کے ذہن اور کردار سے بالکل آزاد وجود کا حامل ہوتا ہے۔ میں پر اعتماد ہوں کہ یہ گزارشات خاص اہمیت کی حامل ہوں گی کیوں کہ یہ فارسی لغت نویسی پر مجمع الفرس کے متعلق میری تحاریر اور فارسی لغات پر میرے پچھلے سالہ مطالعے کا نچوڑ ہیں۔ خاص طور پر سروری کی مجمع الفرس پر میری یہ مختصر تحریر، برِّعظیم میں ہونے والے میرے کام کا خلاصہ ہے۔

۱۔ آداۃ الفضلا

یہ فارسی لغت قاضی خان محمد دہلوی کی تالیف ہے۔ مصنف نے اپنے نام کے ساتھ بدھر اول بھی لکھا ہے۔ یہ لغت ۸۲۲ ہجری بمطابق ۱۴۱۹ عیسوی میں تحریر کی گئی۔ یہ دہلی پر تیمور کی یلغار سے بیس سال پہلے کی بات ہے۔ اس کتاب کی حیثیت لغت کے بجائے ایک ذخیرے کی ہے۔ اس کے پہلے حصے میں فارسی کے الفاظ اور دوسرے حصے میں فارسی کے فقرے موجود ہیں۔ الفاظ کی ترتیب پہلے دوسرے اور آخری حروف کے لحاظ سے ہے۔ معانی کی وضاحت کے لیے کوئی مثال نہیں دی گئی۔ آداۃ الفضلا کی اہمیت ایسے قدیم فارسی الفاظ کے حوالے سے بھی ہے جن کے معانی کی وضاحت کا کوئی ثبوت دیگر لغات میں موجود نہیں۔ اس کے علاوہ تاریخی طور پر آداۃ الفضلا اپنی خاص اہمیت رکھتی ہے۔

۲۔ شرفنامہ ابراہیمی

اس لغت کے مصنف کا نام ابراہیم قوام فاروقی ہے۔ اسی لیے بعض اوقات ان کی لغت کو فرہنگ ابراہیمی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ صوبہ بہار کے قصبے منیر کے رہنے والے صوفی بزرگ شرف الدین احمد کے شاگرد ہیں۔ فاضل مصنف نے کتاب کو اپنے مرشد سے منسوب کرتے ہوئے اس کا نام شرفنامہ رکھا ہے۔ مصنف نے اپنی کتاب کی ابتدا میں لکھا:

شرفنامہ احمد منیری است　　　سراپا مملوز درّ دری است

ترجمہ: شرفنامہ احمد ایک لباس فاخرہ ہے جو دری فارسی کے موتیوں سے سجا ہوا ہے۔

بہرحال یہ لغت شرفنامہ ابراہیمی کے طور پر ہی جانی جاتی ہے۔ اس کتاب سے ملتا جلتا نام فرہنگِ مرزا ابراہیم کا ہے۔ ناموں کے التباس کی وجہ سے احتیاط لازم ہے۔ یہ لغت (FJ) نامی مصنف نے بھی استعمال کی ہے۔ ابراہیم کی جائے پیدائش کے بارے میں معلومات موجود نہیں۔ بہرحال اتنی بات تو واضح ہے کہ ان کا تعلق ہندوستان سے ہی تھا۔ آداۃ الفضلا کی طرح اس کتاب میں بھی کئی الفاظ کے ہندی متبادل بھی دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی الفاظ کا ہندی تلفظ بھی درج ہے۔ مصنف کچھ عرصے ایران میں بھی رہے۔ اہل زبان سے میل جول کی وجہ سے فاضل مصنف نے اپنی لغت میں کئی ایسے الفاظ کا اضافہ کیا ہے جو انھوں نے براہ راست فارسی اہل زبان سے سنے تھے۔ انھوں نے کئی مرتبہ شیخ واحدی شیرازی اور امیر شہاب الدین حکیم کرمانی کا تذکرہ کیا ہے۔ ابراہیم لکھتے ہیں:

پشماق بالفتح اسپ این تسامع است اما میر شہاب الدین حکیم کرمانی

یہ لغت بنگال کے حکمران باربک کے دور میں لکھی گئی۔ باربک کا دورِ حکومت ۱۴۲۸ء سے ۱۴۴۵ء تک بتایا جاتا

ہے۔ فاضل مصنف نے اس لغت کا اختتام مندرجہ ذیل شعر پر کیا ہے:

لجامعہ

بوالمظفر بار یک شہ شاہ عالم باد وہست	در نگین و ہمیشہ ملک جم باد وہست

دائما ور دز بان فتح ہست و ہم ظفر	بوالمظفر بار یک شہ شاہ عالم باد وہست

اس کتاب میں ایک چھوٹا سا مقالہ ایسے فارسی اور ترکی الفاظ کے متروک ہونے کے بارے میں بھی ہے جن کی بڑی تعداد عربی مصادر اور چغتائی الفاظ میں شامل ہوگئی ہے۔ ایسے چغتائی الفاظ، کتاب کی ہر فصل کے فارسی الفاظ کے آخر میں درج کیے گئے ہیں۔ ان الفاظ کی ترتیب کو بعد میں مدارالافاضل اور دیگر فارسی لغات میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس لغت کو استعمال کرتے ہوئے لفظ کے پہلے، آخری اور دوسرے حروف کے مدنظر رکھا گیا ہے۔ الفاظ کی وضاحت میں اشعار سے مسلسل مدد لی گئی ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نمبر ۱۳۳۲ کا مخطوطہ اس ضمن میں زیادہ مددگار نہیں۔ اس میں صرف ایک ضمیمہ ہے جو ترکی ہندسوں اور پیمانوں کی ایک فہرست پر مشتمل ہے۔

اس لغت کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے مولف نے ایک ہندوستانی ہونے کے باوجود حرف 'ذ' اور 'د' کے تحت آنے والے الفاظ کو بالکل درست طریقے سے ترتیب دیا ہے۔ فارسی شاعر جامی کے دور تک (جو کلاسیکی فارسی شعرا کے سلسلے کا آخری شاعر ہے) ایران کے فارسی نثر نویس حروفِ مد کے بعد حرف 'ذ' کو ہی 'د' کے لیے استعمال کرتے تھے، مثلاً بود کے بجائے بوذ لکھتے تھے۔ دوسرا یہ کہ سوائے 'ی'، 'و' اور 'ا' کے ہر Consonant کے بعد مصوتے کے طور پر استعمال کرتے، مثال کے طور پر حروف صحیح متحرک یعنی 'تذرو' 'نشینذ' کے استعمال میں یہ غلطی کی جاتی۔ کسی Diphthong کے بعد ایسا نہ کیا جاتا۔ مثلاً 'میدہ' لکھتے ہوئے اور نہ ہی حروف صحیح ساکن کے ساتھ مثلاً 'چنذ' اور 'کرذ' وغیرہ۔ فارسی نثر میں 'ذ' کو 'د' کی جگہ استعمال کرنے کا یہ سلسلہ عربی نثر میں روا نہ رکھا جاتا۔ شرفنامہ کے علاوہ سروری کی مجمع الفرس وہ واحد فارسی لغت ہے جس میں یہ ان حروف کا درست استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لغت اس بات کی مستحق ہے کہ مستقبل کا لغت نویس اس پر اپنی توجہ مبذول کرے کیوں کہ اب تک اس لغت کو صحیح معنوں میں استعمال ہی نہیں کیا گیا۔ اس لغت کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس میں جہاں جہاں عبقری شخصیات اور ادبی کارناموں مثلاً شاہنامہ کا نام آتا ہے تو مولف اس کے متعلق وضاحت ضرور پیش کرتا ہے۔ یہی سلسلہ جڑی بوٹیوں اور ان کے طبعی خواص کے بارے میں بھی جاری رہتا ہے۔ مخطوطوں کے حوالے بھی کم کم دیے گئے ہیں۔

۳۔ مویّد الفضلا

یہ فارسی لغت ۹۲۵ ہجری مطابق ۱۵۱۹ عیسوی میں شیخ محمد ابن شیخ لاد دہلوی نے تالیف کی۔ اس لغت کا مقصد غنیہ الطالبین کے الفاظ اور فقروں کے ذریعے شرفنامہ کو مکمل کرنا تھا۔ یہ لغت زیادہ ضخیم ہے۔ سب سے پہلے میں عربی

الفاظ ہیں پھر فارسی اور آخر میں ترکی الفاظ ہیں۔ اس لغت کے ضمیمے میں عربی، فارسی اور ترکی اعداد اور قواعد کا کچھ حصہ شامل ہے۔ اشعار کے ذریعے بھی الفاظ کی وضاحت موجود ہے مگر بہت کم۔

الفاظ کی ترتیب شرفنامہ جیسی ہے۔ مصنف کے بارے میں کوئی معلومات نہیں دی گئیں۔ کتاب کے ابتدائیے میں ایک جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے دو بچے تھے۔ بادشاہ وقت کے بارے میں کوئی ستائش موجود نہیں حالانکہ موقع محل کے لحاظ سے یہ مقام ایک ایسے قصیدے کے لیے موزوں تھا۔ مخطوطوں کا استعمال متعدد مقامات پر نظر آتا ہے۔

۴۔کشف اللغات

یہ لغت صوبہ بہار کے عبدالرحمٰن بن احمد سور نے تالیف کی۔ شرفنامہ اور موید دونوں لغات کے الفاظ اس کتاب میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ کئی عربی الفاظ 'قرح'؟؟؟؟ سے لیے گئے ہیں۔ مخطوطوں کا استعمال متعدد مقامات پر نظر آتا ہے۔ اس کتاب کا ایک نایاب لیتھوگرافک (سنگی طباعت) نسخہ (pp. 4to۱۲۶۴) میں بھی دستیاب ہے جو کئی عشرے قبل کلکتے میں دریافت ہوا تھا۔ مندرجہ ذیل اقتباس کتاب کے ابتدائیے سے دیا جارہا ہے۔

> جو شخص میری لغت میں دیے گئے الفاظ کی صحت پر شبہ کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ شرفنامہ (جو کہ میرے قابل احترام استاد شیخ محمد لاد رحمت اللہ علیہ) اور قاضی نیرالدین گنبدزی کی لغت دستور، غنیۃ الطالبین، فخرِ قواس، علی بیگ بے کی لغت، امیر شہاب الدین کرمانی کی لغت، کفایت کیش، لسان الشعرا، اطلاع الشعرا، جامی، عقیبی اور شیخ محمد کی خغری کی لغت کا مطالعہ کرے۔

اس لغت کی تاریخ تالیف درج نہیں ہے۔ بہرحال یہ کتاب سولہویں صدی کے وسط میں مکمل ہوگئی تھی کیوں کہ مولف شیخ محمد لاد، مرتب موید الفضلا (۱۵۱۹ء) کو جانتا ہے۔ شیخ لاد کے بارے میں اشارہ کرتے ہوئے مولف نے ابن مقلہ کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ اس لغت میں الفاظ کی تصریح کے لیے امثال کا استعمال بالکل نہیں کیا گیا۔ کشف صرف ان لوگوں کے لیے مفید ہے جو شرفنامہ اور موید الفضلا کے الگ الگ نسخے مہیا نہ کرسکیں۔

۵۔مدار الافاضل

یہ ایک ایسا علمی کام ہے جسے بہت کم استعمال کیا گیا ہے۔ اس لغت کے مولف مولانا شیخ الہ داد فیضی بن اسد العلما علی شیر سرہندی ہیں۔ اسے ۱۰۰۱ ہجری بمطابق ۱۵۹۳ء میں تالیف کیا گیا ہے۔ اس لغت کو فیض عام کا خطاب دیا گیا۔ اس کتاب میں فارسی الفاظ کو پہلے اور آخری حرف کی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ اس لیے اس کے استعمال میں کچھ مشکل پیش آسکتی ہے۔ کتاب کی ہر فصل میں عربی الفاظ، فارسی الفاظ سے پہلے پیش کیے گئے ہیں۔ ترکی زبان کے الفاظ، فارسی الفاظ کے بعد رکھے گئے ہیں۔ گزشتہ لغات کے مقابلے میں اس لغت میں عربی الفاظ اور ان کی وضاحت کے لیے دی گئی

امثال قدرے زیادہ ہیں۔مولف نے الفاظ کی وضاحت کے لیے اشعار کو بڑی تعداد میں استعمال کیا ہے۔

اس لغت میں کئی مقامات پر مؤلف کی تنقیدی بصیرت کا ثبوت ملتا ہے۔کتاب میں جا بجا فارسی الفاظ کا ہندوستانی تلفظ دیا گیا ہے۔کتاب کی درج ذیل سطور سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولف شاعر بھی تھا:

پور سقا مردے بود عالم، بعشق دختر مجوسی مغی اختیار کرد، چون آن دختر را خواست ہر مسلمان شدند، اکثر مجوسیان را ھدایت نمود غالبا شیخ صنعان خواھد بود کہ قصۂ او در منطق الطیر نوشتہ واین جامع نیز در کتاب مثنویٔ ناز و نیاز آوردہ

لغت کے مرتب کی مثنوی کے اشعار کا وزن وہی ہے جو قصہ شیریں و خسرو کا ہے یعنی مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباساتِ شعری سے ظاہر ہے۔

صنعان بوزن کنعان نام شخصے حروف کہ عاشق دختر تر ساشدہ بود چنانچہ قصہ اش در مثنویٔ مؤلف مذکوراست درا یلیم گذشتہ شیخ صنعان کہ بود پیر ھمچون پیر کنعان

اس لغت کے مخطوطات موید الفضلا کی طرح بیش تر مقامات پر موجود ہیں۔اگر چہ یہ ان کی خراب نقل کہلائے جا سکتے ہیں۔فصل الف مع لام میں (ابوالفضل کے عنوان کے تحت) مصنف مشہور ہندوستانی شاعر فیضی اور ابوالفضل کے درمیان غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہے۔ایک اچھے مخطوطے میں یہ ہی مندرجہ ذیل اقتباس ملتا ہے:

ابوالفضل یعنی خداوند فضل و نام کارکن سلطان محمود

اور خستہ حال مخطوطے میں یوں درج ہے:

یعنی خداوند فضل و نیز برادر خرد مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہ مصاحب و وزیر اکبر پادشاہ بود و لقب علامی داشت۔

اسی طرح فیضی کے اشعار مولف کے متن میں شامل رکھے گئے ہیں۔یہاں علّامی کا حوالہ ناممکن ہے کیوں کہ علّامی اپنے بھائی فیضی سے زیادہ طویل العمر تھے اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باق نہیں کہ یہ غلط فہمی لاعلم کاتب کی وجہ سے واقع ہوئی ہے جو صرف فیضی کے تخلّص کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہوا۔مولف نے ابوالفضل کے والد کا نام واضح طور پر علی شیر سرہندی لکھا ہے جب کہ فیضی کے والد کا نام شیخ مبارک ناگوری ہے۔کتاب کے دیباچے سے صاف ظاہر ہے کہ مولف ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہے جب کہ فیضی کے بارے میں یہ سامنے کی بات ہے کہ وہ اس قسم کی شخصیت بالکل نہیں تھے۔

یہ بہت اہم بات ہے کہ پوری کتاب میں اکبر کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔چار ضمیمے کتاب کے آخر میں موجود ہیں۔یہ سب قواعد کے اصولوں کے بارے میں ہیں۔ایک میں لکھا ہے:

وثانیا تحریر یافت بتاریخ پنجم شاہ شعبان درعہد سلطان السلاطین شاہ جہان غازی از ید محمد امین بن غلام حسین بن شیخ ناصر برادر مؤلف غفر اللہ لہ ولوالدیہ و درسہ۔

کئی مقامات پر املا اس قدر خراب ہے کہ لفظ پڑھا بھی نہیں جا سکتا۔

۶۔مجمع الفرس سروری

اس لغت کا نقش اول ۱۰۰۸ ہجری میں اگلی لغت آنے سے نو سال قبل آ گیا تھا۔اس کے تیس سال بعد ۱۰۳۸ء میں اس کتاب کا نقشِ ثانی شائع ہو گیا۔

۷۔فرہنگ جہانگیری

اس لغت کا نام نامناسب ہے۔اس کا نام فرہنگِ اکبری ہونا چاہیے۔اس کے مولف کا نام نواب آزادالدولہ میر جمال الدین حسینِ انجو ہے۔انھوں نے آئینِ اکبری میں اپنے آپ کو اکبر کا درباری بتایا ہے (صفحہ ۲۲۶) اور بتایا ہے کہ ان کے پاس نوصدی کا عہدہ تھا۔اس عہدے کا باقاعدہ فوجی ہونا ضروری نہیں تھا۔اس عہدے کی تنخواہ ۱۰۰۷ روپے تھی۔آثار بتاتے ہیں کہ مولف، بادشاہ کا پسندیدہ درباری تھا کیوں کہ ۱۶۰۴ء میں انھیں بیجاپور بھیجا گیا تاکہ وہ وہاں کے حکمران عادل شاہ کی بیٹی کو آگرہ لائے تاکہ اس کی شادی شہزادہ دانیال سے کروائی جائے۔

کتاب کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تصنیف، مولف کی تیس سال سے زائد محنت شاقہ کا حاصل ہے۔سن ایک ہزار ہجری میں اس وقت جب کتاب کی تالیف شروع ہوئے تیرہ سال ہو چکے تھے اور اکبر اس وقت سری نگر میں تھا تو مولف کو حکم ملا کہ لغت کو مکمل کر لیا جائے۔اکبر نے اس کام کے لیے نہ صرف مولف کو مخطوطوں کی خریداری کے لیے رقم فراہم کی بلکہ فارس کے اہل علم کو اس لغت کو کی تالیف میں میر جمال الدین کی مدد کرنے کا حکم بھی دیا۔مورخ بدایونی نے لکھا ہے کہ کئی الفاظ کی تحقیق بادشاہ کی مجلس خاص میں ہوتی تھی۔اس سے اکبر کی اس ذخیرۂ الفاظ میں دل چسپی کا اظہار ہوتا ہے جو کثرت سے مسلمانوں کے زیرِ استعمال تھی۔گزشتہ صفحات میں بیان کی گئی چوالیس اور دیگر نو فارسی لغات پر نہ تو ان کا نام لکھا ہے اور نہ ان کے مولف کا نام موجود ہے۔تفاسیر، سائنسی علوم اور ان کی وضاحت، ژند اور پاژند کی کتب غرض پورے فارسی ادب کا سمندر اس لغت میں کوزے کی طرح سما گیا ہے۔قدیم ترین فارسی لغات میں سے زیادہ تر کا اب صرف نام ہی باقی رہ گیا ہے۔یہ قدیم فارسی لغات میر جمال الدین کے پاس استفادے کے لیے موجود تھیں۔ان لغات میں ابوحفص سغدی کی لغت بھی شامل تھی جو بعض ماہرین کے مطابق فارسی کی پہلی لغت قرار دی جاتی ہے اسی میں موجود ہے۔اس کے علاوہ اسدی کی شاعری (فردوسی کا معلم) اور حکیم قطرین (قدیم فارسی شاعر) کی فرہنگ بھی اس فہرست میں شامل ہیں۔بدقسمتی سے فرہنگ جہانگیری کی تکمیل سے قبل ۱۰۱۴ ہجری بمطابق ۱۶۰۵ء میں اکبر کا انتقال ہو گیا۔اس کے تین سال بعد ۱۰۱۷ ہجری میں یہ لغت ظہور پذیر ہوئی۔اس وقت جہانگیر حکومت کر رہا تھا۔میر جمال الدین نے اپنی لغت کو اکبر کے جانشین کے نام کرتے ہوئے اسے فرہنگِ جہانگیری قرار دیا۔انھوں نے لکھا:

زہے فرہنگ نورالدین جہانگیر

یہ فرہنگ کی تکمیل کی تاریخ ہے۔کتاب کے دیباچے کے بعد اس کا تعارف موجود ہے جس میں مندرجہ ذیل بارہ اسباق ہیں۔

۱۔ حدودِ فارس
۲۔ فارسی زبان
۳۔ حروفِ تہجی اور 'د' اور 'ذ' کے اصول استعمال
۴۔ فرہنگِ جہانگیری میں الفاظ کی ترتیب
۵۔ قید (اصول املا)
۶۔ متبادل حروف
۷۔ ضمیری اضافے
۸۔ چند الفاظ کے بارے میں (مر، بر، فرا، بہ، در)
۹۔ چند لاحقے (فام، مند، لاخ، ھمی)
۱۰۔ کچھ حروف کا استعمال (ش، ک، ن، و، ہ)
۱۱۔ چند الفاظ کا املا خاص طور پر مرکب الفاظ
۱۲۔ عقد انامل

اس لغت میں صرف فارسی الفاظ شامل ہیں اور ایسے مرکب الفاظ بھی شامل ہیں جن کی کوئی اضافت نہیں۔لفظ خاتمہ پانچ اسباق میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ علامتی اظہار
۲۔ مرکبات مع وبغیر اضافات (جب کہ ایک یا دونوں عربی الفاظ ہوں)
۳۔ ایسے الفاظ جن میں حروف ہشت گانہ (ثا، حا، صاد، ضاد، طا، ظا، عین، قاف) میں سے کوئی ایک آتا ہو۔
۴۔ ژند اور پاژند کے الفاظ
۵۔ ایسے کم یاب الفاظ، خاص طور پر قصبوں اور افراد کے نام ان الفاظ میں کچھ ایسی اصطلاحات بھی ملتی ہیں جو مصنف کے وطن شیراز کی بولی سے تعلق رکھتی ہیں۔ژند اور پاژند کے الفاظ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ الفاظ ژند کے علما کے علاوہ اکبر کے دور کے تاریخ نویسوں دونوں کے لیے دل چسپی کا باعث رہے۔مذہبی رواداری کا اصول اکبر سے قبل کبھی کسی مغل بادشاہ نے اعلانیہ نہیں اپنایا تھا۔اکبر نے برملا اس اصول کی پذیرائی کی۔ یہ اصول رعایا میں بھی فروغ پا گئے۔اس لغت میں یہ پہلی مرتبہ ہوا کہ مجوسیوں کے لیے آتش

پرستوں (وہ آگ جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بجھا دیا تھا) کے الفاظ استعمال کیے گئے۔اس لغت کا مولف ایک سیدزادہ تھا۔اکبر جو قلبی طور پر ایک صوفی اور پارسی تھا۔اس کی خوشامد اس لغت کے مولف کا مقصد نہ تھا۔تجسس نے اکبر کے بعض درباریوں کی آتش شوق کو بڑھکایا کہ وہ سنسکرت اور غیر مسلموں کے دیگر فرقوں کے ذخیرۂ الفاظ کا پتا چلائیں۔اس بات کا پتا اس وقت چلتا ہے جب لفظ 'آذر' کے تحت مولف کے بے ساختہ تبصرہ سامنے آتا ہے۔

> فقیر حقیر کہ راقم این حرفم پیرے از پارسیان را کہ در دین زرتشت بود دیدم کہ جزوے از کتاب ژند اوستا داشت۔چون مرا رغبت وشغف تمام بجمع لغات فرس بود و در فرس از ژند اوستا کتابے معتبر نیست بجت تحقیق لغات باو صحبت میداشتم۔واکثر لغات کہ در خاتمۂ این کتاب از ژند و پاژند نقل شدہ از تقریر آن زرتشتی است۔واو ہرگاہ قراءت ژند مینمود بدین لغت کہ میر سید آدر بضم دال غیر منقوطہ میخواند الخ
>
> ترجمہ: میں ایک بزرگ پارسی کو جانتا ہوں جس کے پاس ژند اوستا کے چند حصے موجود ہیں۔میں فارسی الفاظ جمع کرنے کا شوق رکھتا ہوں اور فارسی الفاظ کے متعلق کوئی کتاب ژند اوستا سے زیادہ معتبر نہیں۔میں فارسی الفاظ کی تحقیق کے سلسلے میں اس بزرگ سے ملتا رہتا ہوں۔میری لغت کے خاتمے کے زیادہ تر الفاظ ژند سے مستعار ہیں۔جب بھی وہ لفظ 'آذر' پر پہنچتا ہے تو اسے 'آدُر' پڑھتا ہے نا کہ 'آذر'۔اپنی لغت میں ایک مقام پر وہ ایک اور پارسی کا بھی ذکر اردشیر کے نام سے کرتا ہے۔ہوسکتا یہ اردشیر وہی پارسی بزرگ ہو۔اکبر نے اسے خاص طور پر کرمان سے بھیجا تھا جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے:
>
> برسام *** شرح این لغت از مجوسی کہ در دین خود بغایت فاضل بود واردشیر نام داشت واو رمجوسیان مریدمی دانستند وحضرت عرش آشیانی محض بجہت تحقیق لغات فرس مبلغہا از بریش فرستادہ از کرمان طلبیدہ بودند تحقیق نمودہ نوشت۔

برہان کے مولف نے بھی اسی طرح ژند کے الفاظ دیے ہیں مگر میرا خیال ہے کہ وہ پہلا مسلم لغت نویس ہے جس نے ژند کو اپنی لغت کی وجہ سے سیکھا ہے تاکہ اس کے الفاظ اپنے لغت میں درج کرسکے۔

پہلی نظر میں اس لغت کے الفاظ کی ترتیب قاری کو چکرا دیتی ہے۔یہ الفاظ ہر لفظ کے دوسرے حرف کے لحاظ سے ترتیب دیے گئے ہیں۔اسی لیے پہلا باب ان الفاظ پر مشتمل ہے جن کا دوسرا حرف الف ہے۔اسی طرح دوسرے باب میں ایسے الفاظ ہیں جن کا دوسرا حرف 'ب' ہے۔یہ سلسلہ لغت کے آخر تک اسی طرح چلتا ہے۔ہر باب میں الفاظ، الف بائی

ترتیب سے درج ہیں مثلاً سرانداز، گردن، فرہنگ ایک ہی باب یعنی 'ر' میں ملیں گے۔ یہاں سرانداز کا لفظ پہلے آئے گا اور بعد گردن کا لفظ فرہنگ کے بعد آئے گا کیوں کہ حرف 'س' اور 'گ' اپنی اپنی الف بائی ترتیب کے لحاظ سے ملیں گے۔

اس فرہنگ کے مخطوطے کافی ہیں۔ ایک اچھا مخطوطہ ۴۰ تا ۵۰ روپے میں مل جاتا ہے۔ ہمارے پاس دو مخطوطے بہت اچھے ہیں۔ ان میں ۶۱۱ نمبر جس پر ٹیپو سلطان کی مہر لگی ہوئی ہے بالکل درست ہے۔

اس فرہنگ کی اہمیت کو ہر جگہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لغت کو فرہنگِ جہانگیری کے بجائے صرف فرہنگ کہا جاتا ہے۔ اس لغت کے بنیادی ذرائع گوشہ گم نامی میں ہیں۔ اس لغت کی خاص بات یہ ہے کہ کلاسیکی فارسی اور اس سے قبل کی فارسی لغات کے درمیان یہ ایک مکمل لغت ہے جو الفاظ کے استعمالات پر مبنی خزانے کی حیثیت رکھتی ہے۔ برہان ایک ایسی فارسی لغت ہے جس میں الفاظ کے استدلال کے لیے کوئی صراحت موجود نہیں۔ ترک فارسی لغت جو Vullers کے استعمال میں رہی۔ یہ لغت بھی بنیادی طور پر فرہنگ کے مواد پر ہی مشتمل ہے، حتیٰ کہ فرہنگ رشیدی اور خان آرزو کی فرہنگ بھی فرہنگ جہانگیری کی اصلاح کرتی نظر آتی ہیں۔

مجموعی طور پر لغت میں غلطی، سائنس کے مضامین میں غلطی کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔

فٹ نوٹ:

☆ (مشرقی لغت نویس الفاظ کے ہجے پر بھی توجہ مرکوز کرتے ہیں تاکہ غلطیوں سے بچا جا سکے۔ اسی لیے 'ب' بائی موحدہ اور دوسرا محض ب ہے اس طرح املا کی غلطیوں کی گنجائش نہیں رہتی۔ محض ب کو مقید کہتے ہیں۔ قید کا مطلب ہے تفصیلی املا کا نظام۔)

۸۔مجمع الفرس سروری

(نقش دوم)

اس لغت کے مصنف کا نام قاسم ابنِ حاجی محمد کاشانی ہے۔ سروری ان کا تخلص تھا۔ مصنف ایک شاعر اور شارح کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔ گلستانِ سعدی پر ان کی عربی میں شرح توجہ کی مستحق ہے۔ مجمع الفرس کا نقش اول جو ۱۰۰۸ ھجری بمطابق ۱۶۰۰ء میں سامنے آیا۔ یہ کتاب آداۃ "شرف نامہ اور مؤید سمیت گزشتہ سولہ عدد فارسی لغات کی بنیاد پر مرتب کی گئی۔ اس کے باوجود یہ اپنے نقشِ اول کے مقابلے میں کافی مختصر تھی حالانکہ یہ مؤخر الذکر سے تیس سال بعد ظہور پذیر ہوئی۔ مجمع الفرس سروری کے نقشِ اول یا دوم کا قاری اس بات کو محسوس کر سکتا ہے کہ فارسی کی مشہور لغت برہان نے سروری کی لغت سے استفادہ نہیں کیا، حالاں کہ برہان کے محتاط مصنف نے سروری کے مطالعے کا اعتراف بھی کیا ہے۔ اس کے باوجود برہان میں سروری کی لغت کے تمام الفاظ موجود نہیں ہیں۔

سروری کے نقش ثانی کے مخطوطے میں دو دیباچے ہیں۔ دوسرا دیباچہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

کتاب مجمع الفرس سروری بود اہل تتبع را ضروری

یہ کتاب یعنی مجمع الفرس بعد میں آنے والے لغت نویسوں کے لیے رہنما کا درجہ حاصل کر لے۔

یہ دیباچہ بہت مختصر ہے اور مخطوطے میں موجود ہے جو میں نے اس کتاب کے دیباچے سے پہلے پڑھ لیا تھا۔ سروری کے نقش ثانی کا باعث فرہنگ جہانگیری کا ظہور تھا۔ فرہنگ جہانگیری کا ایک نسخہ ۱۰۳۸ء کے آخر میں ہندوستان سے سروری کے پاس پہنچا۔ اس لغت سے سروری کے مولف نے اسی طرح بڑے پیمانے پر استفادہ کیا جس طرح دوسری دونوں فارسی لغات سے کیا تھا۔ سروری کے مولف نے جس طرح تعظیماً فرہنگ جہانگیری کا تذکرہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس لغت کے مولف کو نہ صرف جانتا تھا بلکہ اس کا احسان مند بھی تھا۔ ایک جگہ اس نے فرہنگ جہانگیری کے مرتب کے بارے میں لکھا:

نواب معلی القاب شوکت و ابہت مآب عظمت وحشمت انتساب سلطنت و امارت ایاب سیادت و نقابت قباب شاہ جمال الدین حسین انجو۔

الفاظ کا یہ شان دار چناؤ تو کسی بادشاہ کے شایان شان محسوس ہوتا ہے۔

سروری کا مولف اس حد تک فرہنگ جہانگیری کے اثر میں تھا کہ اس نے فرہنگِ جہانگیری کی بعض فاش غلطیوں پر بھی کوئی خاص گرفت نہیں کی حتیٰ کہ جب کسی مقام پر گرفت کی ضرورت بھی محسوس ہوئی تو صاحبِ سروری نے بہت احتیاط کے ساتھ لکھا:

وبخاطر این ضعیف میرسد کہ این معنی خالی از تکلّفے نیست

یہ وہ محتاط انداز تھا جو سروری کے مؤلف نے صاحبِ فرہنگ جہانگیری کے لیے اختیار کیا حالاں کہ دیگر لغت نویسوں کی غلطیوں کی گرفت اس نے بہت سخت انداز میں کی ہے۔ مستقبل کے فارسی لغت نویس ان دونوں لغات کا اس حوالے سے تفصیلی جائزہ لیں گے کہ جب صاحبِ سروری نے فرہنگِ جہانگیری کے کسی معانی یا پورے لفظ کو نظر انداز کیا ہے تو وہاں کچھ ہچکچاہٹ کے ساتھ فرہنگِ رشیدی کی زبان استعمال کی۔

فرہنگ سروری کے مطالعے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صاحبِ سروری ترکی زبان سے بھی واقف تھا۔ کئی مقامات پر صاحبِ لغت نے ترکی زبان کی دولغات کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس فرہنگ میں الفاظ کی سند کے لیے ادبی حوالے جا بجا موجود ہیں۔ سروری چوں کہ ایرانی زبان میں لکھی گئی ہے اس لیے کئی مقامات پر اس کا املا اور تلفظ تورانی فارسی سے مختلف ہوگیا ہے۔ ہندوستان کی لغات تورانی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ ''د'' اور ''ذ'' کے اصولی استعمال کے علاوہ کسی لفظ کے آخر میں آنے والے حرف ''ک'' کی جگہ ''گ'' کا استعمال بھی اس کی مثال ہے۔ اس لیے ''اشک'' کے بجائے ''اشگ''، ''اسپ'' کی جگہ ''اسب''۔ اس طرح کی تبدیلیاں غیر فصیح ہیں جیسا کہ یہی تلفظ مدار الافاضل میں بھی موجود ہے۔

شاہ جہاں کے دور میں صاحب سروری کا انتقال ہوگیا جیسا کہ میرات العالم جیسی عظیم تصنیف کے اختتامی اقتباس سے معلوم ہوتا ہے۔ مورلے (Morleys) کے کیٹلاگ کے تاریخی مخطوطے کے صفحہ ۵۲ پر لکھا:

سروریٔ اصفہانی درعہد فردوس آشیانی بھند آمدہ بعد از چندے متوجہ بیت اللہ گردیدہ درراہ وفات یافت * مجمع الفرس کہ بہ فرھنگ سروری اشتہار دارد از مؤلفات اوست اوراست

ترجمہ: سروریٔ اصفہان شاہ جہاں کے دور میں ہندوستان پہنچی۔ جلد ہی وہ مکہ روانہ ہوئے مگر راستے ہی میں وفات پاگئے۔ مجمع الفرس نے فرہنگِ جہانگیری کے نام سے شہرت حاصل کی۔ مندرجہ بالا شعر مصنف کی نظم سے لیا گیا ہے۔

بترسید از سرشگ من کہ باشد یتیم وخونی واز سر گذشتہ

ترجمہ: میرے آنسو سے ڈرو کہ یہ ایک گم راہ، لاوارث، مردم بے زار اور لا پرواہ وجود ہے۔

سروری کے مخطوطے بہت ہی کم ہیں۔ اس کا بہترین مخطوطہ فورٹ ولیم کالج میں محفوظ ہے جو ۱۰۰ روپے کی کثیر رقم سے خریدا گیا تھا۔ مجمع الفرس کا مطلب ہے مجمع جمیع لغات فرس۔ اس کا نقش اول فارس کے سلطان ابوالمظفر عباس بہادر خان کے نام معنون ہے۔

۹۔ مجمع اللغات خانی

یہ لغت دہلی میں ۱۰۵۳ ہجری بہ مطابق ۱۶۴۳ء میں نعمت اللہ الحسینی شیرازی کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ ان کا تخلص وصلی تھا۔ اس کتاب کے دیباچے میں انھوں نے نواب شاہ جہاں کے ایک وزیر نواب مکرمت خان کی مدح کی ہے۔ کتاب کا نام خانی بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ کتاب نواب صاحب کے نام معنون ہے۔ اگرچہ اس لغت کے مولف نے اپنے مواد کے ماخذ کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں کیا مگر کتاب کا سائز بتاتا ہے کہ یہ لغت ''سروری'' کے نقش دوم کا تقریباً چربہ ہے۔ اگرچہ اس میں اختصار پایا جاتا ہے۔ اس کتاب کی ابتدا میں اختصار سے فارسی قواعد شامل ہیں جو کہ سروری سے نقل کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب سرقہ بازی کا عمدہ نمونہ ہے۔ اسی لیے اس کو بہت کم شہرت حاصل ہوئی۔ اس کتاب کے نسخے بہت ہی کم یاب ہیں۔ ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطے کا نمبر ۳۰۴ ہے اور یہ کافی بہتر ہے۔ الفاظ کی ترتیب وہی ہے جو سروری کی ہے۔

۱۰۔ برہان قاطع

یہ ایک مشہور فارسی لغت ہے۔ اس کا نقشِ اوّل ۱۸۱۸ء میں کلکتے میں کیپٹن ریوبک (Reubuck) کے ہاتھوں شائع ہوا۔ اسی طرح اس کا نقشِ سوم چند تبدیلیوں کے ساتھ حکیم عبدالماجد کی زیرِ نگرانی شائع ہوا۔ اس کتاب کے مؤلف کا نام حسین تبریزی اور تخلص برہان تھا۔ انھوں نے یہ لغت ۱۶۵۲ء بمطابق ۱۰۶۳ ہجری میں مکمل کرلی۔ اس کتاب کو کتاب

نافع برہان قاطع کہا گیا اور اسے شاہ جہاں کے ہم عصر دکن کے سلطان عبداللہ قطب شاہ کے نام معنون کیا گیا تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مصنف حیدر آباد دکن میں بھی رہائش پذیر رہے ہیں۔اسی لیے ان کے ہاں دکن میں زیادہ استعمال ہونے والے مترادفات ملتے ہیں مثلاً تباشیر وغیرہ، وہ لکھتے ہیں:

آن راز درون نئی ھندی برمی آورند کہ بانبر باشد

جب کہ فرہنگِ جہانگیری میں یوں درج ہے:

از میان نئی ھندی کہ آنرا بانس و بنبو گویند برآید

برہان کا مقصد صرف یہ تھا کہ عام استعمال کے لیے فارسی کا ایک ایسا ذخیرۂ الفاظ مرتب ہوجائے جس میں دیگر تفصیلات مثلاً الفاظ کی تشریح کے لیے اشعار وغیرہ کا سہارا نہ لیا گیا ہو۔اس لغت میں الفاظ کی ترتیب روایتی لغات کی طرح ہی ہے بلکہ ان کے مقابلے میں زیادہ سہولت سے ہے۔الفاظ کی ترتیب کے لحاظ سے برہان کے بعد آنے والی تقریباً تمام فارسی لغات نے برہان کا اتباع کیا ہے۔ سروری کا نقش اول، سرمہ سلیمانی اور چاہِ اولادویہ وغیرہ ہیں۔اس کتاب کے دو آخری مخطوطے یہاں دستیاب نہیں ہیں اور ان کی اتنی اہمیت بھی نہیں ہے کیوں کہ برہان میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو سروری کی فرہنگ میں موجود نہ ہو۔صاحب برہان ایک محتاط مؤلف تھے، ایسے بہت کم الفاظ ہیں جو فرہنگ میں موجود تھے مگر برہان میں نظر نہیں آتے۔مثال کے طور پر ''پختہ'' کپاس، یہ لفظ سروری کی فرہنگ میں اس طرح درج ہے۔''بااول مفتوح پنبہ باشد'' اگر برہان کی تالیف کرتے ہوئے اس کے مؤلف سروری کے غیر ضروری الفاظ کو حذف کر دیتے تو برہان کی اہمیت دو چند ہو جاتی۔

کیپٹن ریوبک اور حکیم عبدالمجید کی مشترکہ نگرانی میں چھپنے والے اس کتاب کے مطبوعہ نسخے میں کچھ الفاظ کے ضمیمے بھی موجود ہیں جو برہان کے اصل نسخے میں موجود نہیں تھے۔ان ضمیمہ جات کو ملحقات برہان کہا جاتا ہے۔ یہ ملحقات برہان کے دیگر نسخوں میں موجود نہیں ہیں۔ یہ ملحقات کیپٹن ریوبک کی نگرانی میں لکھے گئے۔دراصل یہ کام اٹھارہویں صدی اور انیسویں صدی کے آغاز میں مختلف لغت نویسوں کا تھا مگر اس کام میں فاش غلطیاں موجود تھیں۔Vuller نے ان غلطیوں کی نشان دہی کی ہے۔ یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ بعد میں کسی لغت نویس نے ان ملحقات کو استعمال نہیں کیا۔ان ملحقات میں کوئی کام کی بات تھی بھی تو وہ بعد کی فارسی لغات میں جوں کی توں مل جاتی ہے۔

برہان کی لغت برصغیر میں تنقیدی مباحث کا موضوع بنی۔ اسی عشرے کے دوران جب برہان لکھی گئی تو مرزا اسداللہ خاں غالب کی ایک اور کتاب بھی دہلی میں شائع ہوئی۔ یہ مصنف ایک مشہور شاعر ہونے کے علاوہ فارسی کے ماہر نثر نگار بھی تھے۔ان کے ادبی کارناموں میں ان کے خطوط کا مجموعہ پنج آہنگ، ایک دیوان، شاہانِ ہند سے متعلق ایک تاریخی کتاب بہ عنوان مہر نیم روز، ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے متعلق قدیم فارسی زبان میں تحریر کردہ ایک کتاب بہ عنوان

دستنبو موجود ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور کتاب قاطع برہان کے عنوان سے موجود ہے جس میں برہان پر چوٹ کی گئی تھی۔ قاطع برہان نے مرزا غالب کی شہرت کو بطور ایک نقاد کے شدید نقصان پہنچایا۔ قاطع برہان کی زبان طعن و تشنیع سے بھرپور ہے بلکہ بعض مقامات پر فحش بھی۔ برہان کی ترتیب میں حکیم عبدالمجید نے خود کو ایک آزاد لغت نویس کے طور پر منوالیا ہے۔ اس کے برعکس برہان کے دیباچے میں فاضل مصنف نے انکسار کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا:

فقیر جامع لغات و تابع ارباب لغت است نہ واضع

بہرحال غالب کے برہان پر کیے گئے بیش تر حملوں کو با آسانی رد کر دیا گیا۔ برہان پر حملہ تو دراصل سروری پر حملہ تھا کیوں کہ برہان کا بیش تر خام مال تو سروری سے لیا گیا تھا۔ غالب کی تنقید زیادہ تر گم راہ کن بیانات مشتمل تھی۔ غالب کی لفظیات، فارسی اہلِ زبان کے لحاظ سے غیر عالمانہ کہی جا سکتی ہے۔ غالب کی قاطع برہان پر عالمانہ تنقید ڈھاکا کے رہنے والے ایک عالم آغا احمد علی نے کی جو کلکتہ کے مدرسے کے ایک استاد تھے۔ آغا صاحب کے اس جواب کا نام موئید برہان ہے۔ یہ کتاب دو سال قبل کلکتے میں چھپ چکی ہے۔ یہ کتاب عالمانہ اور سائنٹفک تنقید کا عمدہ نمونہ ہے۔ اس طرح کی خصوصیات برصغیر کے مصنفین میں کم ہی پائی جاتی ہیں۔ فاضل مصنف کے کچھ مقالے بہ عنوان ایثار بخش، آذر اور آتش وغیرہ پڑھنے کے لائق ہیں۔ فاضل مصنف نے بعد میں اپنی کتاب میں ایک اشاریے کا اضافہ بھی کیا ہے۔ مستقبل کے فارسی لغت نویس کو اس کتاب کو ضرور سامنے رکھنا چاہیے۔

اس کتاب کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ برہان کے جن چار سو الفاظ کو غالب نے نشانہ بنایا ہے ان میں سے تیس تو واضح طور پر صاحبِ برہان کی ذاتی غلطیوں کا شاخسانہ ہیں۔ ساٹھ غلطیاں ایسی ہیں جو مشتبہ کہلائی جا سکتی ہیں کیوں کہ یہ ساٹھ الفاظ فرہنگ اور سروری میں بغیر کسی ثبوت کے دیے گئے ہیں۔ کچھ اور غلطیاں ہیں جنھیں سراج اللغات کے مؤلف نے معلوم کیا ہے مگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو خود صاحبِ برہان کے ہاتھوں ہونے والی غلطیوں کی تعداد کم ہے جو ایک محتاط مؤلف کے طور پر ان کی حیثیت کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔ اس کتاب کی کچھ غلطیوں کی تصحیح کیپٹن ریو بک نے طبع شدہ کتاب کے حاشیوں میں کر دی ہے۔ غالب کا جواب ۱۸۶۷ء میں تیغ تیز کے نام سے سامنے آیا۔ یہ جواب بھی غلط تھا۔ غالب نے غیر متعلقہ مباحث چھیڑ کر اس بات کی لاحاصل کوشش کی کہ فریق مخالف پر فتح ثابت کی جائے۔ تیغِ تیز کے آخری صفحے پر اس زمانے کی دلّی کے بااثر افراد حتیٰ کہ نوابین کے دستخط اور مہریں بھی ثبت کروائیں۔ آغا صاحب کا جواب الجواب ابھی زیرِ طبع ہے۔ برہان کے نسخے آسانی سے دستیاب ہیں اور اس کا ایک ترکی نسخہ بھی موجود ہے۔

۱۱۔ فرہنگ رشیدی

یہ فارسی کی پہلی تنقیدی لغت ہے۔ فارسی کی کوئی لغت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس کے فاضل مصنف کا نام ملّا عبدالرشید ٹھٹھوی ہے۔ فارسی کے دیگر لغت نویسوں نے ان کا تذکرہ انتہائی احترام سے کیا ہے۔ یہ لغت ۱۰۶۴ ہجری

بمطابق ۱۶۵۳ء میں مکمل کر لی گئی تھی۔ مصنف نے مندرجہ ذیل شعر میں اس کی تاریخ رقم ہے۔

گشت تاریخ واز روی قبول بادفرہنگ رشیدی مقبول

فاضل مصنف اپنی عربی لغت منتخب سے شہرت حاصل کر چکے تھے۔ ۱۶۳۵ء میں انھوں نے اپنی لغت کو مغل بادشاہ شاہ جہاں کے نام معنون کر دیا۔ جب ان کی فارسی لغت سامنے آئی تو شاہ جہاں اپنے بیٹے کے ہاتھوں قید ہو چکا تھا۔ اس لیے فرہنگ رشیدی کے مصنف نے اورنگ زیب کے لیے کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں کیا جس سے اورنگ زیب کے لیے احترام کا تاثر ملتا ہو۔ ویسے بھی اس وقت تک اورنگ زیب نے ایک متقی حکمران کے طور پر شہرت حاصل نہیں کی تھی۔

فاضل مصنف کا ایک کارنامہ ان کا رسالہ عبدالرشید بھی ہے۔ جسے رسالہ معربات بھی کہا گیا۔ بلا شبہ عبدالرشید ٹھٹھوی ہندوستان کے قابل فخر علما میں شامل ہیں۔ ان کی فارسی لغت اگرچہ زیادہ مشہور نہیں ہوئی مگر وہ کسی طرح بھی کم اہمیت کی حامل نہیں۔ اس لغت میں تحقیق کا حق ادا کیا گیا ہے۔ بلاشبہ اس لغت کو استعمال کیے بغیر کوئی فارسی کا عالم نہیں کہلا سکتا۔ ایک محتاط مؤلف کے طور پر عبدالرشید لائق تحسین ہیں۔ انھوں نے کسی مبہم لفظ کو اس کا ابہام دور کیے بغیر درج نہیں کیا اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکے تو انھوں نے اس کا واضح طور پر اعتراف کرتے ہوئے لکھا کہ وہ اس لفظ کے معنی سے واقف نہیں۔ ایسے مقامات پر انھوں نے لکھا ''این جای تامل است'' یا ایسے مقامات پر واللہ اعلم لکھ کر اپنی معذوری ظاہر کر دی۔ فاضل مصنف عجلت میں کسی لغت نویس کو رد نہیں کرتے۔ جب بھی وہ کسی لغت نویس سے اختلاف کرتے ہیں تو اپنے دلائل و براہین متاثر کن انداز میں پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب میں دیگر لغت نویسوں کے لیے کبھی غیر معیاری زبان استعمال نہیں کی۔ فرہنگ اور سروری کی غلطیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے فاضل مصنف نے ان دونوں کو غافل قرار دیا حالاں کہ معاملے کی نوعیت کے پیش نظر ہم زیادہ سخت لفظ کی توقع کر رہے تھے۔

اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ عبدالرشید صاحب نے کبھی برہان کا مطالعہ کیا ہو۔ اس کے باوجود فرہنگ رشیدی میں الفاظ کی ترتیب وہی ہے جو برہان میں دی گئی ہے۔ غالباً انھوں نے اپنے تجربے سے یہ بات جان لی تھی کہ الفاظ کی ترتیب کا یہی طریقہ بہترین ہے۔ ہر فصل کے آخر میں محاوراتی جملے دیے گئے ہیں۔ فاضل مصنف نے اپنی کتاب کے مآخذ کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں دیا مگر یہ بات ضروری بھی نہیں تھی کیوں کہ اس کتاب کا مقصد بالکل واضح تھا کہ سروری اور فرہنگ کی اصلاح کی جائے۔ ان کتابوں کو تنقید و اصلاح کے لیے منتخب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مصنف نے ان دونوں کو بہترین فارسی لغات قرار دیا تھا۔ اس کتاب میں مصنف نے کئی مقامات پر ''سامانی'' نامی مصنف کی کتاب کے اقتباسات دیے ہیں۔ اگرچہ میں اس مصنف کو نہیں جانتا مگر اس مصنف کی آرا اس قدر دانش مندانہ ہیں کہ بعد میں آنے والے فارسی لغت نویسوں نے اس کی کتاب کو حوالہ جات کے لیے معتبر جانا۔ آثار بتاتے ہیں کہ فرہنگ رشیدی

کی تصنیف سروری کے نقش دوم کے بعد سامنے آئی ہے۔صاحب رشیدی کی بعض آرا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رومن کیتھولک کی رسومات سے واقف تھے۔ اس امر سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ صاحبِ فرہنگ رشیدی کا مقام پیدائش کبھی پرتگالیوں کے قبضے میں رہا ہے۔فرہنگِ رشیدی کے دیباچے سے لیا گیا مندرجہ ذیل اقتباس اس کتاب کی وجہ تصنیف اور افادیت پر روشنی ڈالتا ہے۔

ترجمہ: عبدالرشید ٹھٹھوی ولد عبدالغفار مدنی حسینی جو کہ اپنے گناہوں اور خامیوں کے سبب مشہور ہے دراصل فارسی شعرا کی دانش سے فیض یاب ہے۔

میں نے فرہنگِ جہانگیری اور فرہنگ سروری دونوں کا بنظر غائر جائزہ لیا ہے۔ یہ دونوں لغات اب تک کی تمام فارسی لغات پر فوقیت رکھتی ہیں اس کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ ان دونوں لغات میں مواد اور اصولِ لغات دونوں کے حوالے سے غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ دونوں لغات کے مؤلفین نے الفاظ کی سند کے سلسلے میں اشعار کے فضول استعمال اور ان کی تکرار کے ذریعے اپنی لغات کو بے جا طوالت کا شکار کر دیا ہے۔

۲۔ دونوں لغت نویسوں نے الفاظ کے درست املا، ان کے اعراب اور معانی کی جستجو کا حق ادا نہیں کیا۔

۳۔ دونوں حضرات اپنی فارسی لغات میں عربی الاصل الفاظ یہ بتائے بغیر داخل کر دیتے ہیں کہ یہ الفاظ کس زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔

۴۔ دونوں ماہرین لغت ایک ہی لفظ مختلف مقامات پر درج کر دیتے ہیں۔ایسا کرتے ہوئے عموماً اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ یہ الگ الگ الفاظ ہیں۔ایسا اس وقت ہوتا ہے جب فاضل لغت نویس 'ب' اور 'پ' کے حروف کی جگہ 'ت' رکھ دیتے ہیں۔اسی طرح 'ن' کی جگہ 'ک' یا 'گ' کی جگہ 'ش' کی جگہ 'ز' اور 'ژ' کی جگہ 'ر' استعمال کرنے کے نتیجے میں بھی غلط فہمیوں نے جنم لیا ہے۔اس طرح کی غلطیاں سروری میں بہت زیادہ ہیں اور فرہنگ میں کم۔

ان عمومی اغلاط کے علاوہ کئی فاش غلطیاں بھی موجود ہیں مثلاً دونوں مصنفین 'ک'، 'ل'، 'و'، 'ز' اور اسی طرح کے دیگر ایسے حروف سے شروع ہونے والے ایسے الفاظ کے ضمن میں بھی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں جن میں غلطی کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے۔مثال کے طور پر سروری میں لفظ 'گراز' کے دو معانی دیے گئے ہیں۔پہلا معانی دیا گیا ہے 'ایک بیماری'۔ یہ ایک غلط فہمی ہے، یہاں جس بیماری کی طرف اشارہ ہے اس کا نام ہے 'کزاز'۔اس لفظ کے لیے دوسرا معنی دیا گیا ہے 'ایک قسم کی کشتی جسے تنگ بھی کہتے ہیں'۔ یہ بھی ایک غلط فہمی کا نتیجہ ہے کیوں کہ یہاں جس کشتی کی طرف اشارہ ہے اس کے لیے 'کراز' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔فرہنگ میں 'کراز' کا لفظ درج کیا ہے 'کواز' کے غلط املا کے ساتھ اور اس کے معنی درج

کیے ہیں ''بھینسوں کو ہانکنے والی چھڑی'' جو کہ فارسی لفظ ''گواز'' کا مطلب ہے۔ فرہنگ نے ایک لفظ 'زیرفان' درج کیا ہے جس کے معنی 'چاند' کے ہے۔ یہ بھی ایک غلط فہمی ہے کیوں کہ زبرقان ایک عربی لفظ ہے جس کا مطلب ہے چاند۔ اسی طرف سروری اور فرہنگ دونوں نے 'بوف' اور 'کوف' دو الفاظ کا اندراج کیا ہے مگر موخرالذکر غلط ہے۔ اسی طرح 'کوچ' اور 'پوچ' دونوں الفاظ درج کر دیے گئے ہیں ان میں بھی دوسرا غلط ہے۔ نوجبہ اور توجبہ بمعنی تیز بارش، پاغوش اور ناغوش بمعنی غوطہ، نجد اور بخجد، ھسر اور مسر بمعنی برف، ھیدخ اور بیدخ بمعنی سبک گھوڑا، پھنانہ اور مہنانہ بمعنی بندر، سب اسی سلسلے کی مثالیں ہیں۔ اس طرح کی غلطیاں سروری میں زیادہ ہیں اور فرہنگ میں کم۔

عام طور پر میں نے فارسی لغات میں موجود الفاظ کے کئی املا جمع کیے ہیں۔ جب بھی کسی لفظ کا املا مشکوک ہو تو اسے لغت میں درج کرنے اور دراصل پھیلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ عوام تک درست لفظ اور اس کا درست املا ہی پہنچنا چاہیے۔

رشیدی کی فرہنگ ایک بہترین دیباچے پر مشتمل ہے جو فارسی قواعد کی بنیاد بنا۔ اس دیباچے کو مدِّنظر رکھتے ہوئے قواعدِ عبدالوصی ہنسائی مرتب کی گئی جو ہندوستان کے زیادہ تر مدارس میں پڑھائی جاتی رہی ہے۔ اس دیباچے کا پہلا حصہ روایتی طور پر اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف پر مشتمل ہے۔ یہ اولین حصہ قدیم فارسی میں ہے۔ میں نے اس سے بہترین تعارف کسی فارسی لغت میں نہیں دیکھا۔ اس کتاب کا باقاعدہ اختتامیہ نظر نہیں آتا حالانکہ مرتب نے کتاب کے دیباچے میں لکھا:

واین کتاب مشتمل است بر یک مقدمہ و چند باب و خاتمہ

اس کتاب کے چار مخطوطے میں نے دیکھے ہیں اور چاروں کے چاروں فارسی لغات کے روایتی اختتامیے سے محروم ہیں۔

۱۲۔ سراج الغات

۱۳۔ چراغِ ہدایت

یہ دونوں لغات سراج الدین علی خان آرزو کی تالیف کردہ ہیں۔ آرزو برصغیر کے سب سے بڑے نقد نگار ہیں۔ نظامی کی سکندر نامہ، قصیدۂ خاقانی، خیابان گلستان نامی عرفی کی شرحِ گلستان پر انھوں نے اعلیٰ پائے کے تبصرے رقم کیے۔ سراج اللغات ان کا سب سے بڑا کام ہے جس پر انھیں سراج المحققین کہا گیا۔ سراج اللغات میں قدیم فارسی شعرا کے الفاظ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اس لغت میں ایسے ایسے اقتباسات شامل ہیں جن کی نظیر پہلی کسی لغت میں نہیں ملتی۔ ایسے الفاظ جن کا تعلق 'استعمال متأخرین' سے ہو چراغ ہدایت سے ہوتا ہے۔ اس لیے اسے سراج اللغات کا دوسرا حصہ کہا جاتا ہے۔

سراج اللغات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ برہان اور فرہنگ رشیدی پر جامع تبصرہ ہے۔ یہ تبصرہ

ہمیشہ متاثر کن نہیں ہوتا مگر آرزو جب بھی کسی مقام پر شک محسوس کریں تو فوراً اقتباس کی تصحیح کرتے ہیں۔ برہان پر آرزو کا تبصرہ اس قدر جان دار ہے کہ یہ اس کا جز و لاینفک بن گیا۔ بعد میں چھپنے والے ہر ایڈیشن کو اس تبصرے کے ساتھ ہی شائع کیا گیا۔ مرتب کی از حد احتیاط کے باوجود فرہنگِ رشیدی میں کچھ الفاظ کے ساتھ لاپروائی برتی گئی۔ ایسے مواقع پر آرزو کی تنقید بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

آرزو نے اپنے دیباچے میں لکھا:

> جہاں تک معانی کی درستگی اور مشکل عبارات کی تشریح اور ذخیرۂ الفاظ کا تعلق ہے تو کوئی فارسی لغت فرہنگِ رشیدی کا مقابلہ نہیں کر سکتی بلکہ اس معاملے میں فرہنگِ رشیدی اور پھر برہان دونوں کو معیار کا درجہ حاصل ہے۔ اس کے باوجود دونوں لغات، خاص طور پر برہان میں بڑے پیمانے پر ایسے بیانات شامل ہیں جہاں املا اور معانی دونوں کی فاش غلطیاں موجود ہیں۔ ان کی اغلاط کی اصلاح ہی اس کتاب (سراج اللغات) کا مقصدِ واحد ہے۔
>
> جب میں یہ لغت ترتیب دے رہا تھا تو میں نے اس کا ایک مخطوطہ حاصل کیا جسے مجد الدین علی قوسی نامی ایک بڑے عالم نے تحریر کیا تھا۔ ان کی کتاب جو زیادہ مشہور نہیں ہوئی مگر نقد و نظر کی حیثیت سے ایک شاہ پارے رکھتی ہے۔ فاضل مصنف کی آرا سے میں نے بہت کچھ سیکھا اور اسے اپنی تحریر میں استعمال بھی کیا۔ اس قلمی نسخے کے علاوہ میں نے فرہنگِ جہانگیری، سروری، رشیدی، مویّد الفضلا، برھانِ قاطع، فرہنگِ مُنیسی یعنی کشف گلستان پر تبصرے، مثنوی منلاوی سے بھی استفادہ کیا۔ میرے دوست سید محمد مسیح خان نے اس کی تاریخ اس مصرعے سے نکالی:
>
> یاد بود سراج الدین علی خان
>
> جس سے ۱۱۴۷ھ بمطابق ۱۷۳۴ء کا سن نکلتا ہے۔ الفاظ کی ترتیب میں نے برہانِ قاطع اور فرہنگِ رشیدی سے لی ہے کیوں کہ ان کی ترتیب ایک بہترین نظام کے مطابق ہے۔

اس کتاب کا مخطوطہ نایاب ہے۔ میں نے صرف ایک نسخہ دیکھا ہے جو میجر لیز (Major Lees) نے مجھے دے دیا تھا۔ یہ نسخہ فورٹ ولیم کالج لائبریری کا ہے مگر اس کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ سراج اللغات کئی جلدوں پر مشتمل ہے کیوں کہ برہان کے تمام الفاظ اور طویل تبصرے اس میں شامل ہیں۔

چراغِ ہدایت نسبتاً مختصر کام ہے۔ یہ کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کا ایڈیشن برصغیر میں ہر جگہ دستیاب ہے۔ خان آرزو کا دیوان لائق تکریم ہے۔ بہارِ عجم کے مصنف نے اس دیوان سے کافی استفادہ کیا ہے۔ لغات کے مرتبین کو

آرزو کے ادبی سرمائے کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے مثلاً تنبیہ الغافلین جو حزین اصفہانی کی نظموں پر نقد ہے۔ حزین کا انتقال گزشتہ صدی میں بنارس میں ہوا۔ بلاشبہ حزین عظیم شاعر اور عالم انسان تھا مگر صنائع و بدائع کے استعمال میں اس قدر مہارت نہیں رکھتا تھا۔ سراج نے اپنے نقد میں اسے 'بے معنی'، 'بے محاورہ' اور 'سرقہ باز' قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ ٹیک چند اور مرزا قتیل نے اکثر مقامات پر حزین کا دفاع کیا ہے۔ سراج کے ایک بھتیجے میر محسن علی نے تنبیہ الغافلین پر تنقید کی ہے۔ ایک مرتبہ پھر ایک اور مناسب جواب قولِ فیصل کے نام سے ۱۸۶۲ء میں سامنے آیا۔ اس کے مصنف امام بخش صہبائی (۱۸۰۲ء۔ ۱۸۵۷ء) تھے۔ اس کتاب کے زیادہ تر تبصرے فارسی اسلوب اور محاورے کے بارے میں تھے۔ نئی لغات کے مرتبین کو اس کا نسخہ حاصل کر لینا چاہیے۔

مفتاح التواریخ کے مصنف تھامس ولیم بیل (Thomas William Beale) کے مطابق خان آرزو جنوری ۱۷۵۶ء میں انتقال کر گئے تھے۔ ان کا نقد اپنے دور کی نایاب تنقید میں داخل ہے۔

۱۴۔ منشی ٹیک چند کا کام

۱۔ بہارِ عجم ۲۔ جواہر الحروف

۳۔ ابطالِ ضرورت ۴۔ نوادر المصادر

۱۔ بہارِ عجم:

مندرجہ بالا تمام کتب کے لیتھوگرافک ایڈیشن موجود ہیں لیکن بہارِ عجم کو چھوڑ کر باقی کتابیں نایاب ہیں۔

بہارِ عجم کسی ایک فرد کی ہاتھوں لکھی گئی کسی بھی فارسی لغت پر فوقیت رکھتی ہے۔ مصنف کی زندگی میں اس لغت کے سات نظر ثانی شدہ ایڈیشن شائع ہو چکے تھے۔ سب سے پہلا ایڈیشن ۱۷۵۲ء میں سامنے آیا۔ دہلی کا لیتھوگرافک ایڈیشن ۱۸۵۳ء میں چھپا۔ بہر حال مصنف نے قلمی نسخے پر کام جاری رکھا جو ۱۷۸۲ء میں مکمل ہو گیا۔ فورٹ ولیم کالج کے کتب خانے میں محفوظ شدہ نسخہ اس کی ابتدائی شکل ہے۔ کتاب کا مکمل قلمی نسخہ بہتر حالت میں ہے اور دہلی لیتھوگرافک ایڈیشن کے لیے بہترین تھا مگر دہلی کا لیتھوگرافک ایڈیشن ٹائپ کی اغلاط سے بھرپور ہے جس کی وجہ سے وہ ایک بے کار ایڈیشن ہے۔ مستقبل کے فارسی لغت نگاروں کو دہلی ایڈیشن کو بہت احتیاط سے استعمال کرنا ہوگا، خاص طور پر کسی اقتباس کو نقل کرتے ہوئے بہت احتیاط کی ضرورت ہوگی۔ بہارِ عجم کا اہم مقصد 'استعمالِ متاخرین' کی تفہیم ہے۔ زیادہ مثالیں مشہور فارسی شاعر جامی (۱۴۱۴ء۔ ۱۴۹۲ء) کے بعد کے شعرا کے کلام سے دی گئی ہیں البتہ اقتباسات اور جملے قدیم شعرا کے بھی دیے گئے ہیں۔ یہ کتاب اس قدر مشہور ہے کہ اس کے بارے میں مزید کچھ کہنا بے کار ہے۔ ٹیک چند، کھتری ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ کچھ لوگ انھیں راجہ ٹیک چند یا رائے ٹیک چند بھی کہتے ہیں۔ آپ دہلی میں رہے۔ دوسرے دہلی ایڈیشن کے اختتام پر ایک نوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں ایڈیشن کے مصنف کی حیثیت سے ٹیک چند کو ان کے ایک

شاگرد نے الگ کر دیا تھا۔ ۱۷۸۲ء کے بعد جلد ہی ان کا انتقال ہو گیا کیوں کہ آٹھویں ایڈیشن کی اشاعت کے بعد اپنی پیرانہ سالی کے باعث وہ اس نئے ایڈیشن کو نہ دیکھ سکے۔

کتاب کے دیباچے میں مصنف لکھتے ہیں کہ پہلے ایڈیشن کے لیے ان کے مدنظر صرف تنبیہہ الغافلین رہی ہے۔ اس کے علاوہ میر محمد افضل ثابت کا ایک چھوٹا سا رسالہ بھی زیرِ استعمال رہا۔ ٹیک چند نے مصطلحات الشعرا، رسالۂ مخلصی کاشی اور ایک کتاب سے بھی مدد لی جس کا عنوان اور مصنف دونوں نامعلوم ہیں۔ یہ کتابیں جن سے ٹیک چند نے بہت زیادہ استفادہ کیا ابھی تک غیر معروف ہیں۔

۲۔ جواہر الحروف

جواہر الحروف اور ابطال ضرورت، بہارِ عجم کی تالیف کے دوران لکھی گئیں۔ جواہر الحروف کے دو ابواب ہیں۔ پہلے کا نام ہے 'در بیانِ حروفِ مفرد' اور دوسرے کا نام ہے 'در بیان حروف وصل وغیرہ'۔ دوسرا حصہ حروفِ تبادلہ پر ایک مکمل تحریر ہے۔ یہ فارسی قواعد کے اشتقاقی حصے کے لیے بہترین بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ مستقبل کے فارسی لغت نویسوں کے لیے یہ ایک لازمی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے کیوں کہ مختلف الفاظ کے درست املا تک پہنچنے میں یہ بہت مددگار ثابت ہوتی ہے۔ دوسرا باب فارسی کے حروف جار اور افعال سے متعلق ہے جو امثال سے بھرپور ہے۔ اس کتاب کا لیتھوگرافک ایڈیشن جو کان پور میں چھپا، دراصل مصنف کے ہاتھ سے تحریر کردہ ایک نایاب مخطوطے پر مشتمل ہے۔

۳۔ ابطالِ ضرورت

ابطال ضرورت تصرفاتِ فارسی پر کیا گیا ایک بہترین کام ہے۔ عربی اور فارسی الفاظ میں گزشتہ دس صدیوں میں ہونے والی تبدیلیوں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اتفاق سے ابطال ضرورت، ٹرینچ رچرڈ (Trench Richard) کی کتاب اون اسٹڈی آف ورڈز (On the study of words) کے ساتھ ہی سامنے آئی۔ لفظ 'ضرورت' دراصل شعری تصرف کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ٹیک چند کی کتاب بتاتی ہے کہ اچھی فارسی شاعری میں تصرفات کی گنجائش نہیں، بلکہ ہر لفظ جو کسی جذبے کے اظہار کے لیے استعمال کیا جائے اسے مستند ہونا چاہیے ورنہ وہ لفظ غلط ہوگا۔ ابطالِ ضرورت، ضرورتِ شعر کا ردّ ہے، حالانکہ یہ عبقری شعرا کی ضرورت ہے۔ اس کا لیتھوگرافک ایڈیشن دہلی میں ۱۲۶۸ ہجری میں چھپا اب یہ نسخہ نایاب ہے۔

۴۔ نوادر المصادر

نوادر المصادر، فارسی کے مصادر کا مکمل مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں کثرت سے پرانے شعرا کا کلام نمونے کے طور پر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی فارسی لغت نویسوں کے لیے اہمیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا پہلا لیتھوگرافک ایڈیشن دہلی سے ۱۲۷۲ ہجری میں شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کو ٹیک چند کے قلمی نسخے کی مدد سے چھاپا گیا۔ اس کتاب میں الفاظ کی ترتیب وہی

ہے جو فرہنگِ رشیدی اور برہان میں موجود ہے۔

۱۵۔مصطلاحات الشعرا

اس کتاب کے عنوان میں ہی اس کے آغاز کی تاریخ موجود ہے جو مصنف نے خود نکالی ہے جو کہ ۱۱۸۰ ہجری یا ۱۷۶۷ عیسوی بنتی ہے۔مصنف کا تخلص وارستہ اور نام کوٹی مل سیال تھا۔کتاب کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کافی عرصے ایران میں رہائش پذیر رہا جہاں اس نے محاورات متاخرین کا مطالعہ کیا۔یہ لغت ۱۷۸۲ء میں مکمل ہوگئی تھی۔پچیس سال کی محنت کے بعد اس کتاب کا مخطوطہ یا اس کا بڑا حصہ صاحب بہار عجم کے ہاتھ آیا جنھوں نے اس سے بڑے پیمانے پر استفادہ کیا۔بہر حال اس کتاب کے کچھ ایسے جملے تھے جنھیں ٹیک چند نے حذف کر دیا تھا۔ مصطلاحات الشعرا،بہارِ عجم کے مقابلے میں کافی مختصر ہے کیوں کہ یہاں بہار عجم کی طرح اقتباسات کی کثرت نہیں ۔ اس کتاب کو ایک حقیقی کام کہا جا سکتا ہے۔ اس مفید کتاب کا نسخہ دستیاب ہے جو ۱۲۸۰ ہجری میں لیتھوگرافک ایڈیشن کی شکل میں لکھنؤ سے شائع ہوا۔

۱۶۔غیاث اللغات

اس لغت کے مرتب کا نام مولوی محمد غیاث الدین رام پوری ہے۔انھوں نے مسلسل چودہ سال کی محنت کے بعد غیاث اللغات کو ۱۲۴۲ ہجری بمطابق ۱۸۲۶ عیسوی میں مکمل کیا۔اس لغت میں تمام ضروری عربی، فارسی اور ترک الفاظ آ گئے ہیں۔وہ تمام الفاظ جو لغات کے مرتبین اپنے مکتب میں پڑھ چکے ہیں۔بہر حال یہ ایک مفید کتاب ہے۔اسے طلبہ کی لغت قرار دینا بہتر ہوگا اس کے علاوہ ہندوستان کے مقامی لوگ بھی اسے استعمال کر سکتے ہیں۔اس لغت میں مختلف موضوعات پر تفصیلی تحریریں بھی موجود ہیں مثلاً فضائل،عروض اور موسیقی وغیرہ اور جغرافیے پر کئی مواقع پر تفصیل،قواعد سے متعلق مختلف چیزوں کی صراحت وغیرہ اور ہندوستان کے بارے میں تفصیلی تحریر بھی شامل ہے۔اس کتاب میں فلکیات اور جیومیٹری کے مختلف نقشے بھی شامل ہیں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف مغربی علوم سے نا آشنا نہیں۔مستقبل کی کوئی فارسی لغت غیاث کے بغیر مرتب نہیں کی جا سکے گی مگر لغت نویسوں کو اس بات کا دھیان ضرور رکھنا ہوگا کہ صاحب کتاب ایران کا رہنے والا فارسی دان نہیں۔ہندوستان میں مرتب کی جانے والی فارسی لغات میں یہ اعزاز غیاث کو حاصل ہے کہ استعمال ہند کے حوالے سے سب سے زیادہ امتیازی الفاظ کا ذخیرہ اس میں محفوظ ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ الفاظ کے تلفظ کے لحاظ سے غیاث ہمیشہ کوئی مجازی حیثیت نہیں رکھتے۔فارسی الفاظ کے معانی بیان کرتے ہوئے غیاث کبھی کبھار ہندوستان میں مروجہ معانی بتانے لگتے ہیں اور اس بات کا لحاظ نہیں رکھتے کہ وہ ایک فارسی لغت مرتب کر رہے ہیں۔دیگر فارسی لغات کے تقابل کے نتیجے میں بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ جان بوجھ کر فارسی الفاظ کے ہندوستانی سیاق و سباق میں ملنے والے معانی کی طرف راغب ہو جاتے ہیں جیسا کہ مندرجہ اقتباس سے صاف ظاہر ہے۔

شمیدن بوئیدن وایں از جملۂ لغات عربیہ است کہ فارسیان دراین تصرف نمودہ انداز عالم طلبیدن و فہمیدن زیراچہ ماخوذ است شم بمعنی بوئیدن لیکن بعد نوشتن تحقیق پیوست کی شمیدن بمعنی ب کردن نیامدہ بلکہ بایں معنی ھم شنیدن بنون است وبیم تحریف است. از سراج۔مگر شمیدن دراصل فارسی بمعنی رمیدن وبیھوش شدن و پریشان شدن وترسیدن آمدہ چنانکہ درموئیدن و جہانگیری۔

ترجمہ:

لفظ شمیدن کا مطلب ہے سونگھنا اور یہ ان الفاظ میں شامل ہے جو فارسی میں عربی سے آئے ہیں۔ان الفاظ کو فارسی علمانے فارسی کے قالب میں ڈھال لیا ہے جیسے طلبیدن اور فہمیدن وغیرہ۔چوں کہ یہ لفظ شمیدن، دراصل عربی کے لفظ 'شم' سے لیا گیا ہے جس کا مطلب ہے خوش بو۔یہ سب لکھنے کے بعد جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ شمیدن کا مطلب تو ہے ہی خوش بو سونگھنا مگر سراج اللغات کے مطابق 'ن' کے ساتھ شمیدن غلط ہے۔شمیدن ایک فارسی الاصل لفظ ہے جس کے معنی ہیں ڈر جانا اور پریشان ہوجانا۔فرہنگِ جہانگیری اور موئید الفضلا نے یہی قرار دیا ہے۔

غیاث اللغات کے دو لیتھوگرافک ایڈیشن دستیاب ہیں۔ایک چراغِ ہدایت کے ساتھ ہے۔اور دوسرا امیر حسن کی نگرانی میں ۱۸۴۷ء میں طبع ہوا ہے۔اس نسخے کی تصحیح راقم السطور نے کی ہے۔

۱۷۔لطائف اللغات

اس لغت کے مرتب کا نام عبداللطیف ابن عبداللہ کبیر ہے۔مرتب کا مقصد مثنوئ مولانا روم کے لیے خاص لغت ترتیب دینا تھا۔انھوں نے لکھا:

وایں فرہنگے است مشتمل برلغات غریبۂ عربیہ والفاظِ عجیبۂ فارسیہ مثنوی مولوئ معنوی۔

اس کتاب کے علاوہ مصنف نے مثنوی کی شرح بھی لکھی ہے۔لطائف کا مرتب شاہ جہاں کے عہد سے تعلق رکھتا ہے لیکن فرہنگِ جہانگیری وہ آخری لغت ہے جس سے صاحبِ کتاب نے استفادہ کیا ہے۔ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے کی فہرست میں مصنف کو گجراتی کے نام سے درج کیا گیا ہے۔

IV.

میں چاہوں گا کہ استعمال ہندی کے بارے میں چند گزارشات پیش کروں۔جو لوگ اس موضوع پر سنجیدہ مطالعہ کرنا چاہیں وہ مرزا قتیل کی تحریروں یعنی شجرۃ امانی، چہار شربت اور نہر الفصاحۃ، فارسی املا کے بارے میں انور علی کی تحریروں بہ عنوان رسالہ املا فارسی کو ضرور سامنے رکھیں۔یہ تمام کام لیتھوگرافک میں شائع ہو چکا ہے اور آسانی سے دستیاب ہے۔بظاہر بغیر کسی وجہ کے عربی الفاظ کے املا کا فارسی میں بدل جانا یا عربی و فارسی الفاظ کے املا کا اسی

طرح ہندوستانی میں بدل جانا تصرف کہلاتا ہے۔ فارسی الفاظ کا تصرف 'استعمالِ فرس' کہلاتا ہے۔ اسی طرح فارسی الفاظ کے خاص املا کا ہندوستانی میں رواج 'استعمال ہند' کہلاتا ہے۔ استعمالِ ہند کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ اہمیت صرف ان لوگوں کے لیے نہیں جو ہندوستانی میں چھپنے والی فارسی کتب پڑھتے ہیں بلکہ ہر اس ہندوستانی عالم کے لیے بھی ہے۔ بلاشبہ استعمالِ ہند کو ایک ایرانی عالم یقیناً شک کی نگاہ سے دیکھے گا، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ان لسانی تبدیلیوں کو اکثر قبول کر لیا جاتا ہے یا ان کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔

فارسی کے لحاظ سے تو استعمال ہند اپنی زیادہ تر صورتوں میں غلط ہی ہوگا کیوں کہ وطن سے ہٹ کر کسی اور خطے میں کسی زبان کا خاص استعمال بہر حال زبان کے ارتقا میں شمار نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں چھپنے والی ہندوستانی علما کی کوئی بھی فارسی کتاب استعمالِ ہند سے خالی نہیں۔ یہاں کے مشہور مؤرخین کے بہترین کام سے لے کر عشائیے کی دعوت کے لیے استعمال ہونے والے فارسی کے لفظ 'ضیافت نامہ' تک یہی صورت حال پیش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ابوالفضل جیسے فارسی کے عالم کی تحریروں میں بھی استعمالِ ہندی کے اثرات تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ اسی لیے گارسیں دتاسی نے ہر فارسی عالم کے لیے ضروری قرار دیا کہ وہ استعمالِ ہند سے واقف ہو۔ اگر یہ بات فارسی کے عالم کے لیے ضروری ہے تو ایک فارسی لغت نویس کے لیے یہ بات بدرجہا ضروری ہے کیوں کہ ایک اچھے لغت نویس کو اپنی زبان کے اظہار کی تمام تر صورتوں سے واقف ہونا چاہیے۔ یہ بات ذخیرۂ الفاظ کے معاملے میں اہم ہے اسی طرح اس کی اہمیت کسی زبان کی تاریخ کے معاملے میں بھی اہمیت کی حامل ہے۔

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ استعمالِ ہند سے مراد فارسی میں ہونے والی وہ تبدیلیاں لی جاتی ہیں جو مغل سلطنت کے قیام کے بعد ہندوستان میں وقوع پذیر ہوئیں بلکہ اس سے مراد وہ تمام تبدیلیاں جو فارسی زبان کے املا میں اس کے وطن میں بھی در آئیں مگر بعد کے جدید ایران میں ہونے والے فارسی زبان کے ارتقا نے ان تبدیلیوں کو مسترد کر دیا۔ ایک زمانے میں توران میں دربار کی زبان فارسی ہوا کرتی تھی۔ توران سے آنے والے تارکینِ وطن اور حملہ آوروں کے ساتھ یہ زبان ہندوستان پہنچ گئی۔ اس طرح پوری کی پوری ہندوستانی کو تورانی کہا جاسکتا ہے۔ جس طرح قرونِ وسطیٰ میں لاطینی زبان، ہر پڑھے لکھے افراد کی زبان قرار پا گئی تھی اسی طرح ہندوستان میں ہر پڑھے لکھے فرد کے لیے ضروری ہوگیا تھا کہ وہ فارسی زبان جانتا ہو۔ فارسی کلاسیکی دور سے قبل اور کلاسیکی دور میں ہونے والا کام فارسی میں نقل کیا گیا اور پڑھا گیا تو ساتھ ہی ہند کا یہ استعمال بھی محفوظ ہوتا چلا گیا۔ یہ وہ خاص تبدیلی تھی جو ایران کی فارسی میں موجود نہیں۔

کلاسیکی دور سے قبل اور بعد کے دور کی فارسی میں کوئی بہت بڑا فرق نہیں، جیسا کہ ہم لاطینی اور کسی بھی رومن زبان میں کم ہی فرق جانتے ہیں۔ کلاسیکی دور سے قبل کی زبان فارسی اسی طرح سادگی کی حامل ہے جیسی کہ جدید یورپی زبانیں سادگی کا رجحان رکھتی ہیں۔ گزشتہ نو صدیوں میں فارسی زبان میں ہونے والے ارتقا کے نتیجے میں فارسی اس قدر بدل گئی ہے جتنا

کہ (Fletcher) اور (Beaumont) کے دور کی انگریزی اور آج کے دور کی انگریزی۔ فارسی زبان کو ایک ٹنڈ منڈ درخت سے تشبیہ دی جاتی ہے جو اپنے برگ و بار سے محروم ہو چکا ہے۔ پت جھڑ کا یہ عمل بہرحال، ہر زندہ زبان میں جاری ہے۔ مالا مال اور خوب صورت زبانوں مثلاً سنسکرت، یونانی، گوتھک اور جدید دور کی زبانوں بھی اسی طرح کے غیر منطقی اثرات کی حامل ہیں۔

سادگی کے معاملے میں فارسی جس نہج پر پہنچ چکی ہے اس سے آگے مزید پیش رفت ناممکن ہے۔ اس طرح کی نشوونما، انگریزی میں صرف تلفظ، املا اور معانی کے سلسلے میں ہوئی ہے۔ اس ارتقا کا جائزہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ کسی زبان کے قدیم اور جدید نثر نگاروں کی تحریروں کا تقابلی جائزہ لیا جائے۔ جس انداز میں فارسی ہندوستان میں پڑھی اور لکھی جاتی ہے وہ ہی حال قبل از کلاسیکی دور کی فارسی کا ہے یا پھر کلاسیکی دور کے اولین حملہ آوروں کا ہے۔ استعمالِ ہندی کے ضمن میں یہ بات بہت اہم ہے کہ اس سے استعمالِ ہندی کی لسانی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مندرجہ ذیل تبدیلیاں ایرانی اور استعمالِ ہندی یا تورانی میں پائی جاتی ہیں:

الف) تورانی میں کئی الفاظ، حرف 'ک' پر اختتام پذیر ہوتے ہیں جب کہ ایرانی میں یہی الفاظ حرف 'گ' پر ختم ہوتے ہیں مثلاً کبگ بمعنی چکور اور تورانی میں اس کا املا ہے کبک۔ اسی طرح مشگ، اشگ، سرشگ اور رشک کے ساتھ بھی ہے۔

ب) اسی طرح کچھ الفاظ کے آغاز کا حرف دونوں کا الگ ہے مثلاً ایرانی کا لفظ گشادن تورانی اور استعمالِ ہندی میں کشادن لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح تورانی کا لفظ کشنیز ایرانی میں گشنیز لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔

ج) تورانی اور ایرانی کے درمیان یہ فرق اس لیے بھی اہمیت حاصل کر لیتا ہے کہ الفاظ کے املا کے فرق کی وجہ سے ایران اور ہندوستان میں مرتب کی جانے والی فارسی لغات میں الفاظ کی ترتیب بھی جدا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یائے معروف اور یائے مجہول کے فرق کو صرف ہندوستان کی فارسی لغات ملحوظ رکھتی ہیں جب کہ ایرانی لغات اس تمیز سے محروم ہیں۔ اس طرح ایسا تمام کلام جو یائے مجہول کو استعمال کر کے لکھا گیا وہ ایرانی لغات کے لحاظ سے دریابرد ہو جاتا اگر ہندوستان کی فارسی لغات موجود نہ ہوتیں۔

د) تورانی فارسی نے نون غنّہ کو پوری طرح محفوظ رکھا ہے۔ جدید ایرانی لغات نے نون غنّہ کو تقریباً غائب کر دیا ہے خاص طور پر الف کے بعد آنے والے نون غنّہ کو نون سے بدل دیا ہے مثلاً ماندم، راندم، آن گاہ، ہر آنچہ۔ ان تمام الفاظ کو تورانی میں نون غنّہ کے طور پر پڑھا جاتا ہے جب کہ ایرانی فارسی میں یہ باقاعدہ نون کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔

ہ) تورانی فارسی نے 'د' اور 'ذ' کے فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے۔

و) کچھ تورانی الفاظ خاص ہیں جو ایرانی میں موجود نہیں مثلاً لفظ 'وی' ایرانی لفظ 'او' کے لیے، اسی طرح 'پور' کا لفظ ایرانی لفظ 'پسر'، 'شو' کا تورانی لفظ 'شوہر'، پگا ایرانی لفظ صبح کے لیے، پگاہ کا لفظ ایرانی لفظ شام کے متبادل، 'دادر' برادر کے لیے، خوش دامن ایرانی لفظ مادرزن، خسر ایرانی لفظ پدرزن کے لیے، خسر پورہ ایرانی لفظ برادرزن کے لیے، پالیدن کا فتن ڈھونڈنے کے لیے، جستن تیر را، تیر چلانے کے لیے، نشستن بیٹھنے کے لیے، خاستن، اٹھنے کے لیے، خاستن کا تورانی لفظ ایرانی لفظ برخاستن کے معنی میں، دینہ روز ایرانی لفظ شبانہ روز، گزرے ہوئے کل کے لیے دیروز، سوار شدن آب یعنی پانی سے لبریز ہونے کے لیے ایرانی لفظ زیادہ شدن آپ کے لیے، سوار شدن روز یعنی گزشتہ کل کے لیے جو ایرانی فارسی میں گذشتن روز ہے۔ فوت شدن مردہ کے لیے، خسپیدن ایرانی لفظ خوابیدن کے لیے، رفتن، ایرانی لفظ شدن کے لیے، پائین شدن ایرانی کے لفظ فرود آمدن، خلائیدن برائے گائیدن، نہادن کا لفظ گذاشتن کے لیے۔

اس کے باوجود مندرجہ بالا تورانی الفاظ میں سے کئی الفاظ، کچھ خاص مواقع پر ایرانی ادیبوں میں بھی مل جاتے ہیں مثلاً جہاں قافیہ کی پابندی، یا ادیب کسی ایرانی لفظ کی تکرار سے بچنا چاہتا ہو یا تورانی لفظ کے بغیر عبارت آگے نہ بڑھ رہی ہو۔ مندرجہ ذیل الفاظ وہ ہیں جو بہت کم ہندوستان میں تحریر اور گفتگو کی فارسی میں مستعمل ہیں:

الف) ایسے الفاظ جن کے مخصوص معانی ہیں مثلاً آسودہ یعنی مطمئن، پس خوردہ یعنی بچا ہوا، مثل بمعنی ایک جیسا، جامہ بمعنی لباس، حلال خور بمعنی خاک روب، خانساماں بمعنی باورچی، ناچار بمعنی لاچار، ولایت بمعنی کابل یا فارس، صوبہ بمعنی ملک کا ایک حصہ، رسالہ بمعنی جنگی دستہ، خواہ مخواہ بمعنی بلاوجہ، بادشاہ ایرانی لفظ پادشاہ کے متبادل کے طور پر، اسی طرح فارسی میں ہاتھی کو ہانکنے کے لیے جو ڈنڈا استعمال ہوتا تھا اسے انکش کہتے تھے مگر اس کے صوتی اثرات ایک اور فارسی لفظ 'آن کس' سے ملتے جلتے تھے اس لیے یہاں اسے پلک کہا گیا۔ اسی طرح فغاں کی جگہ ہند میں نالہ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ ملتے جلتے الفاظ مثلاً عفو، سہو، ہجو، وحی، سعی ان سب کے تلفظ میں جزم کو ترک کر دیا گیا اور انھیں واؤ مجہول سے پڑھا جانے لگا۔

ب) پیدایش، زیبایش، بارش (ان الفاظ کو آخری بار ابوالفضل نے استعمال کیا) جیسے الفاظ ایرانی میں بالترتیب پیدائی، زیبائی اور باری ہیں کیوں کہ آخری میں آنے والا حرف ش یا یش نہیں ہوتا۔ خاص طور پر افعال سے بننے والے اسما میں اس کا التزام کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ترشائی، ترشی کے لیے، کسائی (کس سے مشتق) انسانیت کے لیے، گنجیفہ تاش کے پتوں کے پیکٹ کے لیے۔ اسی طرح سنجاف ایرانی لفظ سجاف کے لیے۔ درستگی، مہربانگی اور سختگی کے لیے ابوالفضل نے بالترتیب درستی، مہربانی اور سختی کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان الفاظ کے آخر میں آنے والا 'گی' کسی صفت کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ اسی طرح دوغلہ اور دوخلیۃ مخلوط النسل کے لیے، اسپ مادہ اور اسپ مادیۃ، الا نہ، اِلّا

کے لیے باداللہ، عباداللہ کے لیے، پتیلہ ایرانی لفظ پاتلہ کے لیے، تلاش ایرانی لفظ تالاش کے لیے۔ جامدانی جامدان کے لیے، جمادی اول جمادی الآخر کے لیے، دوات لفظ داوات کے لیے۔ لازمی لفظ لازم کے لیے، حرج ایرانی لفظ ھرج کے لیے۔

ج) ایسے الفاظ جو 'آ' سے شروع ہوتے ہوں ان میں سے 'مدّ' کو ہٹا دیا جاتا تھا مثلاً اچار، استر، استین، ابفت، امادہ، التمغا اور ابکار۔

د) الف مدآ کے بعد ایک الف یا زبر غائب پایا جاتا تھا مثلاً ایرانی لفظ آفَرین کے لیے آفرین، مولاوی کے لیے مولوی، آمادَگی کے لیے آمادگی، پوشیداگی کے لیے پوشیدگی، خالصہ ایرانی لفظ خالاصہ کے لیے۔

ہ) کبھی کبھی ساکن کو ساقط کر دینا مثلاً ایرانی لفظ ارجَمند کی جگہ ارجمند وغیرہ۔

و) عربی کے حروف ب، ج اور ک کی جگہ بالترتیب پ، چ اور شکافتن کی جگہ شگافتن، شکوفہ کی جگ شگوفہ، افکندن کی جگہ افگند، اسب کی جگہ اسپ، غنجہ کی جگہ غنچہ، دیباجہ کی جگہ دیباچہ اور خرج کی جگہ خرچ وغیرہ۔

ز) متعدد عربی الفاظ کی تشدید غائب کر دی جاتی تھی مثلاً نوّاب کی جگہ نواب وغیرہ۔

ح) غلط تلفظ کا استعمال اس کے باوجود عام ہو گیا تھا کہ یہ ہندوستان کی فارسی لغات میں بھی ممنوع تھا مثلاً خِزان ایرانی لفظ تلفظ خَزان پت جھڑ کے لیے۔ دِراز ایرانی لفظ دَراز کے لیے۔ ہفتے کے دن کے لیے شَنبہ حتیٰ کہ شُنبہ کا تلفظ استعمال کرنا جب کہ ایرانی تلفظ شَنبِہ ہے۔ چاول کی مشہور ڈش پلاؤ کے لیے استعمال ہندی میں پُلاؤ حتیٰ کہ پولاؤ کا تلفظ۔ جدید فارسی اور ترکی میں اسے پِلاؤ کا تلفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح درویش کا تلفظ یہاں زیرِ استعمال تھا جب کہ ایرانی تلفظ درِوش تھا۔ گُواہ کے ایرانی تلفظ کے لیے گواہ، گرَہ، کاغذ لیے کاغِذ کا استعمال اس کی مشہور مثالیں ہیں۔

ط) ایسے بہت سے عربی الفاظ ہیں جن کا تلفظ برصغیر میں ہر جگہ غلط مشہور ہو گیا ہے۔ قِلعہ جب کہ اصل تلفظ قَلعہ ہے۔ اسی طرح قِیامت کی جگہ قَیامت، قَطعہ، قِطعہ کی جگہ، عُروس عَروس کی جگہ، ہَجر کی جگہ ہجر، عَجز کی جگہ عجز، رَجا کی جگہ رِجا، فَضا کی جگہ فِضا، رَضا کی جگہ رِضا، غِیاث کی جگہ غیّاث، شِہاب کی جگہ شہَاب، عِصمت کی جگہ عَصمت، موقِع کی جگہ موقَع، شَجاعت کی جگہ شُجاعت، حِماقت کی جگہ حَماقت، قُصور کی جگہ قَصور، عُقوبت کی جگہ عَقوبت اور حِشمت کی حَشمت استعمال ہو رہا ہے۔

ی) کچھ الفاظ کا ایک مخصوص املا رواج پا گیا ہے جو بہر حال اصل املا سے مختلف ہے مثلاً ازدحام کی جگہ ازدھام، پیکار کی جگہ پیکار، تعویذ کی جگہ تعویز لکھا جا رہا ہے۔ اسی طرح اسم عام کو ملا کر لکھنے کا غلط رواج چل پڑا ہے مثلاً حسین علی کی جگہ حسینعلی وغیرہ اور صاحبِ دل کی جگہ صاحبدل، ان شاء اللہ کی جگہ انشاء اللہ، مشتمل بر کی جگہ مشتملبر، آن حضرت جگہ آنحضرت، عن قریب کی جگہ عنقریب، خانہ ھا کی جگہ خانھا، سادہ لوحی ھا کی جگہ سادہ لوحیھا، موسیٰ کی جگہ موسا، خرم

کی جگہ خورم، رحمٰن کی جگہ رحمان۔ یہ املا کی ایسی مثالیں ہیں جن سے ایران کی فارسی نابلد ہے۔

ک) استعمال ہندی میں الفاظ کی کچھ مجہول شکلیں ملتی ہیں مثلاً دارالکچہری، پرگنات، کتابہا، مرفعہ کے لیے مرفع الحال، مجرب، شبِ لیلۃ القدر، فرستد کی جگہ فریسد، قفل کی جگہ قلف، قِطعہ کی جگہ قَطعہ، نماز کردن کی جگہ نماز خواندن جو ہندی کے نماز پڑھنا کا متبادل ہے۔

Abstract

This Urdu translation provides deep analysis about Persian lexicography in the nineteenth century India written by Heinrich Blockmann, German orientalist and scholar of Persian language and literature who spent most of his career in India. The translation gives details about over 60 Persian lexicons. H Blockmann discussed contents of some of the known Persian works on lexicography. Blockmann mentions Burhan Qate as one of the few Persian dictionaries which saw criticism in India. Ghalib critiqued it much but Blockmann pointed out that the criticism done by Ghalib has little importance to prove him as a critic on lexicography and it damaged his reputation. Blockmann admired Aarzoo as one of the most sensible reviewers of the works of Persian lexicography. The translation mentioned his works on lexicography as Sirajul Lughaat and Chiraghe Hidayat. He says Aarzoo reviewed Burhan quite sensibly. The later editions of the lexicon had its necessary feature to include his review in it.

Keyword: Persian Lexicography, Burhan, Burhan Qate, Sirajul Lughaat, Aarzoo, Chiraghe Hidayat.